اَلْوَلَدُ سِرٌّ لأَبِیْهِ

حضرت فرید ملتؒ کے علم و فضل کی روشنی میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے منہجِ علمی اور اسلوبِ دعوت کا جائزہ

(محمد عمر حیات الحسینی)

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے سوانح حیات ،سیرت و کردار،اطوارو عادات اور فضائل و کمالات کے بارے میں آپ کے ہم عصر اکابرین وعمائدین اور برگزیدہ شخصیات کی واضح شہادتیں زیرِ مطالعہ کتاب کے صفحات پر محفوظ ہیں۔ بندہ ناچیز کو حضرتِ والا رحمہ اللہ سے ملاقات وزیارت کا شرف تو حاصل نہیں لیکن آپ کے تربیت یافتہ جگر گوشہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے آئینے میں ان کی فکر و شخصیت کے خدوخال ضرور دیکھے ہیں۔''شاگرد اور بیٹے''میں باپ کا علم ہی نہیں سیرت و کردار بھی جھلکتی ہے۔ پھر حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے زیر مطالعہ رہنے والی سینکڑوں کتابوں کو دیکھنے کی سعادت بھی میسر آئی ہے۔مکتبہ فریدیہ قادریہ کی کتب پر حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے اہم نوٹس وحواشی کا بہ دقت نظر مطالعہ کیا ہے۔فکرو تحقیق مجرد دماغ سوزی نہیں، بلکہ صاحبِ علم و تحقیق کے شخصی کرداراور سماجی رویوں کا مظہر بھی ہوتی ہے۔اس اعتبار سے کتابوں پرنوٹس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کا نظریہ علم وتدریس اورطرزِ عمل کیا تھا۔فرزندارجمند حضرت شیخ الاسلام کے الفاظ و معانی خودحضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کی شخصی عظمت ،علمی رفعت اورشخصیت وکردار کی غمازی کرتے ہیں۔حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے جگر گوشہ کے فکر و شخصیت کی روشنی میں آپ کی شخصیت کا پورا پیکر اجالنے کا موضوع بہت دلچسپ اورنہایت نکتہ آفرین ہے۔

حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے والدِ گرامی قدس سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ میرے صرف باپ ہی نہیں بلکہ میرے نکتہ رس مربی، میرے عظیم استاد، میرے باریک بین شیخ اور میری زندگی کے ہر پہلو میں ہادی و رہنما تھے۔ان کی ذاتِ گرامی میرے لئے سب کچھ تھی۔ان کا محققانہ، اور معتدل مسلک و مزاج میرا آئیڈیل ہے۔ بغدادی قاعدہ سے لے کر دورۂ حدیث تک تمام علمی و دینی کاموں میں ان سے تلمذ ورہنمائی کا شرف حاصل رہا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے کہ جس پر حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی چھاپ موجود نہ ہو۔ کوئی دلچسپی ایسی نہیں ہے جو حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے ذوق اور مزاج میں ڈھلی ہوئی نہ ہو،کوئی پسند ایسی نہیں ہے جو والدِ گرامی رحمہ اللہ کے ذوق کے ہم آہنگ نہ ہو،تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں عملی تحقیقات میں یا فقہ وفتوی کی گتھیاں،باطن کی ریاضتیں یا ظاہر کی عبادتیں،آخرشب کی خلوتیں یا تقریر و درس کی جلوتیں،خانگی الجھنیں یا ملکی و سیاسی پیچیدگیاں، معاشی حالات ہوں یا اولاد اور ان کی شادی بیاہ کے معاملات ،عزیزوں دوستوں کی مہربانیاں ہوں یا حاسدوں کی ریشہ دوانیاں،غم کا موقع ہو یا خوشی کا ،الغرض ہر حال میں اپنے عظیم والد حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے مزاج و احوال کے کامل آئینہ دار دکھائی دیتے ہیں۔

حضرتِ فرید ملت قدس سرہٗ العزیز کی عظمت کے اعتراف کے لئے اتنا کافی ہے کہ جن کے فیضانِ علم و تربیت نے عالمِ اسلام کو شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرا لقادری مدظلہ العالی کی صورت میں ایک گوہر نایاب دیا ہے۔انہوں نے اپنی پوری زندگی کا ماحصل ایک ایسی شخصیت میں دیا ہے کہ جن پر تجدید کا سہرا سج رہا ہے۔ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے جگر گوشہ کی تربیت کچھ اس انداز میں فرمائی کہ وہ ’’ **الولد سرٌ لابیہ** ‘‘ کا مصداق ہیں۔

حضرتِ فرید ملت کے علوم و معارف کے ادراک وفہم کے لئے ضروری ہے کہ تربیت یافتہ صاحبزادے اور شاگرد کی گہرائی و گیرائی کا مطالعہ کیا جائے۔ کیوں کہ بیٹا اور شاگرد اپنے باپ اور استاد کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے۔ جب ہم حضرتِ فرید ملت کے فیضانِ تربیت کے اس شاہکار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان میں امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت، ابن تیمیہ، ابن حجر، عینی، ابن ہمام، ابن عربی جیسی نکتہ رسی، دقیقہ سنجی اور ژرف نگاہی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظمؒ کی تعلیمات تصوف و طریقت کے مجدد نظر آتے ہیں۔ بلا شبہ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی طلاقت سے معمولی بات کو رازی کا فلسفہ، غزالی کا نکتہ، ابن حجر کا دقیقہ اور ابن ہمام کا شگوفہ بنانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے غور وفکر کی بنیادی نہج میرے عظیم والد کے فیضانِ تربیت کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ علت و معلول، سبب و مسبّب کی اس طویل کائنات میں خود مسبّب الاسباب نے ہر چیز کو وابستہ اسباب کر دیا ہے۔ مقبولیت و مردودیت بلا شبہ خدائے قادرو قدیر کی جانب سے ہے مگر رد وقبول کے ظاہری اسباب بھی بہرحال ہوتے ہیں۔ ہر صاحب علم وفن کے ایک عروج و کمال کا دور ہوتا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے اس کے ساتھ اس کا علم وفن بھی زمین دوز ہو جاتا ہے۔ دیکھنے والوں نے بارہا دیکھا کہ بڑے بڑے لوگوں کی مسندیں اُلٹ گئیں اور ان کے حلقوں کی ایک ایک کڑی بکھر گئی، مگر جسے علم وفن کہیے یا جامعیت و عبقریت نام رکھیئے سالوں کے الٹ پھیر کے باوجود وہ کہنگی سے آشنا نہیں۔ آئے دن دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا تربیت یافتہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک گھنا سایہ دار درخت کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ان کی تصانیف، مآثر علمیہ اور جیتے جاگتے تلامذہ کا طویل سلسلہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی یاد اور ان کے ذکروفکر سے ماحول کو لبریز کر رہا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنے والدِ گرامی حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے علم وفن کو پائندگی دے رہے ہیں۔ اور آپ کو دیکھ کر آج کا علمی طبقہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی علمی غزارت کو تسلیم کر رہا ہے۔ عرب و عجم کے مشاہیر جو دوسروں کے کمالات کو ماننے کے لئے جلد تیار نہیں ہوتے وہ آج ان کے

پروردہ نگاہ کی پوری کشادہ دلی سے انفرادیت کا اعتراف کر رہے ہیں۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے قرآن و حدیث اور اسلامی علوم خود پوری بالغ نظری سے پڑھے اور پھر رسوخ کے ساتھ اپنے جگر گوشہ کو پڑھائے۔قرآنی معارف سورج کی طرح روشن و منور تھے۔ اور قرآنی مفاہیم کی گرہ کشائی کا درس اس انداز میں دیا کہ ترجمہ عرفان القرآن کے لفظ و معنیٰ کے ربط میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی روح جھومتی دکھائی دیتی ہے۔احادیث کا مآخذ قرآن حکیم کی آیات سے جیسے واضح کیا جا رہا ہے اور مختلف الاحادیث میں تطبیق اور عقائد اہلسنت کی حقانیت کی دل آویز شرح المنهاج السوي من الحديث النبوي ﷺ کے نام سے جو سامنے آرہی ہے اس سے اقوال متعارض نہیں بلکہ ایک دوسرے سے مطابقت لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کی روح اپنے فیض تربیت کے اس انداز درسِ حدیث سے سرشار ہو رہی ہوگی اور عالم برزخ میں کیف ولذت پا رہی ہوگی ۔قرآن و حدیث کے تمام بیانات کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی ایسی تنقیح کہ جس سے چاروں فقہاء اپنے افکار و نظریات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب نظر آتے ہیں، یہ اندازِ فقہ و اصول فقہ اور افتاء کا ایسا منہج ہے جو حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ نے اپنے پروردہ نگاہ کو اس طرح پڑھایا کہ آج جب یہ برت رہے ہیں اور اُلجھی گتھیاں سلجھا رہے ہیں تو عالم برزخ میں حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی روح خوش ہو کر مزید لافانی برکات کے لئے دعائیں مانگتی ہوگی۔

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ بیدار مغز دانش ور تھے اور وہ تمام ممتاز اہل علم کی خصوصیات سے کماحقہ آگاہ تھے۔ ہر اہل علم کے علمی تفوق کو بصدق دل تسلیم کرتے تھے۔ ساتھ ہی ان کے بعض علمی تفردات کی بھی نشاندہی کرتے۔علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ذکاوت و ذہانت کو تسلیم کرتے ہوئے عربیت میں ان کی منطق و معقول میں عدم حذاقت اور مزاج کی بے اعتدالی کی نشان دہی بھی پوری جرأت کے ساتھ کرتے۔حضرت ابن العربي رحمہ اللہ کے غوامض و اسرار کے جہاں اسیر تھے، وہاں برملا فرمایا کرتے کہ ان کو

سمجھنے کے لئے محض متون صرف ونحو کے حافظ ،فلسفہ ومنطق کے حاذق ہی نہیں بلکہ قلب و باطن کی پاکیزگی بھی ضروری ہے، تب جا کر دل و دماغ کے علمی اشکالات جو مسلسل چبھن کا باعث بنتے ہیں ان کا سد باب ہوتا ہے اور فیضیابی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ حنفیت میں استحکام کے باوجود دوسرے ائمہ رجال علم کے کمالات کوتسلیم کرنے میں فراخ حوصلہ تھے۔انہوں نے اپنے پروردہ نگاہ کوایک ایک میدان اور کام میں طاق کیا۔امام شافعی رحمہ اللہ کے رئیس الاذکیاء ہونے کے علمی ثبوت فراہم کئے اور ان کے ذوق علمی سے فیضیاب کیا۔امام داؤد ظاہری کے ذکی ہونے پر دلائل دیئے ،امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے جبل العلم کا ثبوت بخاری کے درس میں فتح الباری کے مطالعہ سے دیا۔امام ابن عبدالبر المالکی رحمہ اللہ کے اعتدال کی نشان دہی کی۔امام ابن حزم رحمہ اللہ اندلسی کی حدت مزاجی وتیزی قلم کاراز بتایا۔امام رازی رحمہ اللہ کے لطائف ودقائق سے آگاہ کیا۔امام ابن نجیم رحمہ اللہ کے فقیہ النفس ہونے کے ملکہ راسخہ پر توجہ مرکوز کرائی۔امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ اورابن ہمام رحمہ اللہ وغیرہم جیسے نابغہ روزگار محققین کے ذوق و مزاج سے آشنا کیا۔اورسلف صالحین کی روحانیت اوران کی علمی ذوق چشیدگی کو برت کو ایسا گھول کر پلایا کہ اب پروردہ نگاہ فرید ایک ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔روحِ فرید رحمہ اللہ یہ سب کچھ دیکھ کر وجد وکیف میں جھوم رہی ہوگی۔غرض شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی نشست و برخاست،رفتار وگفتار،مجلس عام وخاص،درس وتقریر ہرایک ادائے دل نواز میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔تحریک منہاج القرآن کے اندرون و بیرون ممالک تابناک علمی و فکری نیٹ ورک کو دیکھ کرخود چشم فلک بھی مبتلائے حیرت ہے۔پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ بیک وقت جلائے باطن کا سبق دے رہی ہے۔فکرکو مستقیم،عقائد میں واضحیت،اعمال میں تطہیر اورفکر وعقیدہ میں دانش وبنیش کی تقسیم کررہے ہیں ،فلسفہ ومنطق کی گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔فقہ و ادب میں انفرادیت کا منہاج متعین کرتے جا رہے ہیں۔اسرارقرآنی اوررموز

ربانی کی ایسی نقاب کشائی کر رہے ہیں جس سے وجدان جھوم جھوم جائے۔ یہ سب کچھ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا فیضانِ علم تموج پذیر ہے۔ کسب و اکتساب اور اخذ و قبول کا سارا منہاج انہی کے ذوقِ تربیت کا مرہونِ منت ہے۔

ایک تحقیق ہے کہ علم سمع بصر وغیرہ وہ ملکات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک خاص انداز سے مرحمت فرمائے ہیں۔ اور ان علمی کاوشوں سے ان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ان سے جو کچھ اضافہ ہوتا ہے وہ اس کی معلومات، مسموعات اور مبصرات میں ہوتا ہے، اس زاویہ نظر سے ہمارے خیال میں آتا ہے کہ علوم و فنون کے سمندروں کی گہرائیوں میں اتر کر گراں قدر علمی جواہرات و موتیوں کو نکالنا ہر عالم کی دسترس سے باہر ہے۔ اور اس قسم کا علم جو اخص الخواص موہبت باری سے حضرات انبیائے کرام کے بعد ائمہ اہل بیت اور صحابہ ص کو اور پھر خال خال اکابر امت کو عطا ہوا ہے۔ میرا اپنا تاثر حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ اور آپ کے پروردہ تربیت کے بارے میں بھی یہی ہے کہ وہ اسی خاص قسم کے علم سے نوازے گئے ہیں۔

مطالعاتی انہماک

حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں۔

”کہ اباجی قبلہ کو مطالعہ کا ذوق عشق کی حد تک تھا۔ کھانے اور آرام کے وقفے کے دوران بھی مطالعہ جاری رہتا تھا۔“ مکتبہ فریدیہ قادریہ کی سینکڑوں کتب میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو ان کے نظر سے نہ گزری ہو۔ ورق گردانی ان کا وظیفہ حیات تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے ”کہ فارغ التحصیل ہونے یا حصول سند کو کبھی منتہائے مقصود نہیں سمجھنا چاہیے۔“ فراغت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اس کے بعد طالب علم میں قوت مطالعہ پیدا ہوجاتی ہے اور علم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اب یہ فارغ ہونے والے طالب علم کا کام ہے کہ وہ علم کی چند کلیوں پر قناعت کرنے کے بجائے اس دروازے میں داخل ہو اور اس قوت مطالعہ کو کام میں لاکر

علم میں وسعت و گہرائی و گیرائی پیدا کرے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی ہمہ وقت مطالعاتی انہاک واستغراق میں ڈوبے رہتے ہیں۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے اپنے ذاتی کتب خانہ میں تمام علم وفن پر بنیادی کتابیں موجود تھیں۔حضرت کی ذاتی لائبریری صرف اپنی ہی نہیں بلکہ دوسرے اہل علم کی بھی علمی پیاس بجھاتی تھی۔یہاں تک کہ بڑے بڑے نامی گرامی علمائے کرام کو جب کسی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تو وہ آپ کے ہاں تشریف لاتے۔ اورہفتوں کتابوں کی ورق گردانی کا سلسلہ رہتا تھا۔ جب کبھی حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کسی جگہ تشریف لے جاتے اوروہاں کچھ کتابیں نظر پڑ جاتیں تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ آپ ان پر ایک نظرڈالے بغیرگزر جائیں۔اورکوئی کتاب پہلے ہی سے دیکھی ہوئی ہوتی توخیر ورنہ کتنی ہی جلدی کا وقت ہوتااسے الٹ پلٹ کر دیکھنا لازمی تھا۔ پروردہ نگاہ فرید بیان فرماتے ہیں ’’کہ جب میں کوئی نئی کتاب لے کرآ تا تواباجی قبلہ اسے چند روز اپنے قریب رکھتے اورخواہ کتنی مصروفیات میں الجھے ہوئے ہوتے اس کے مطالعے کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔‘‘ مختلف علوم سے آپ رحمہ اللہ کی دلچسپی کے مختلف ادوار گزرے ہیں۔آغاز میں ادب،معقولات یعنی منطق،فلسفہ،کلام اور ہئیت میں دلچسپی تھی۔ اس فن کے اونچے درجے کی کتب پڑھائیں اوروہ آپ رحمہ اللہ کاخصوصی موضوع بن گیا۔

آخری عمر میں آپ کوسب سے زیادہ ذوق اور سب سے زیادہ شغف علمِ تصوف کے ساتھ ہوگیا تھا۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے،کہ دل یوں چاہتا ہے کہ اسی ذوق میں عمرتمام ہوجائے ۔اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری فرمائی اورسلوک وتصوف ہی آپ رحمہ اللہ کا آخری محورفکر ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی تربیت نے آپ میں علم کی اتنی پیاس پیدا کر دی ہے کہ آپ کواپنی کتابوں کے علاوہ کسی چیز کاہوش نہیں ہوتا۔نہ اپنی صحت کی خبر،نہ جان کی،ایک علم کی لگن ہوتی ہے۔

مطالعہ کتب کا طریقہ

حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کی علمی شخصیت اور حیثیت ایک گنجِ مخفی ہے۔ تاہم ان کے فرزند ارجمند اور جگر گوشہ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان سے متعلق کتنے گراں قدر بیش بے بہا موتی چھپائے ہوئے ہیں، ان تک ہر نظر کی رسائی ناممکن ہے۔ اس لیے ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق بن کر وہ اپنے نامور والد گرامی کے ان گوہر ہائے مخفی تک رسائی کیلئے راستہ دکھا رہے ہیں۔ اور ان کے زیر مطالعہ رہنے والی امہات الکتب جن پر انہوں نے اپنے قلمی جواہر ریزوں، دقائق لطیفہ اور نکات عجیبہ کو دوران مطالعہ نشان زد کیا، ان کتب کو فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مرکز منہاج القرآن لاہور کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ مطلوبہ عنوان کی تیاری کیلئے پہلے بڑی محنت و جاں فشانی اور حاضر دماغی سے کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ پھر اس میں سے مناسب مضامین اخذ کرتے، پھر انہیں یک گونہ مگر واضح و سلیس انداز میں کتب کے شروع میں نوٹس و حواشی اور انڈکس کے طور پر قلم بند فرمایا کرتے تھے۔ یہ کام کتنا کٹھن ہے اسے وہی لوگ جان سکتے ہیں جنہوں نے کبھی اس ہفت خواں کی سیر کی ہو۔

کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

قدرت نے انہیں ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ کے ساتھ مطالعہ کا حد درجہ ذوق وشوق عطا فرمایا تھا۔ جملہ علوم وفنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ نے اپنے زیر مطالعہ کتب پر حسب ضرورت بڑی دقیقہ سنجی کے ساتھ نکات لکھے ہیں۔ ان کو پڑھنا اور سمجھنا خود ایک مہارت کا کام ہے۔ علم سفینہ اپنی جگہ مسلم مگر علم سینہ کی بات ہی کچھ نرالی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اخلاص عمل کے وسیلہ جلیلہ سے سینہ اسرار و معارف کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

عبادات نافلہ کے ذریعہ تقرب الی اللہ نصیب ہو جائے تو باری تعالیٰ خود کان بن جاتا ہے، وہ آنکھ بن جاتا ہے، وہ ہاتھ بن جاتا ہے، جس کا وہ کان بن جائے اس کی سماعت کی سرعت کی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، جس کی وہ آنکھ بن جائے، اس کی بصارت و بصیرت کا جہان ہی اور ہوتا ہے۔ جس کا وہ ہاتھ بن جائے اس کے اقتدار و اختیار کا حال جاننا ہمارے جیسے کوتاہ دست اور کم مایہ کا مشکل ہے۔ دانش نورانی جب اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو دانش برہانی حیران رہ جاتی ہے۔

اک دانش نورانی اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ قدرت کے ان مقرب بندوں میں تھے جن کو فہم و بصیرت کے سہارے تو بہت کچھ ملا ہی تھا مگر فیض ربانی سے ''بیٹے'' کی صورت میں وہ کچھ ملا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وہ بصیرت ہے جس کی جھلک ان کے جگر گوشہ میں نظر آتی ہے۔ یہی وہ فکر رسا ہے جس کو دیکھ کر اہل علم حیران ہو جاتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ ایک ایسا بحر بے کراں تھا جہاں سے بے شمار نہریں پھوٹتی دکھائی دیتی ہیں۔

علامہ فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے مطالعہ و تحقیق کا معیار اور ذوق بہت بلند تھا۔ کبھی سنی سنائی پر تکیہ نہ فرماتے بلکہ اصل متون کا خود مطالعہ فرماتے۔ اور جب تک خود مطمئن نہ ہو جاتے حوالہ نہ دیتے۔ ان کے پایۂ تحقیق کا اندازہ ان کے زیر مطالعہ رہنے والی کتب سے ہوتا ہے۔ وہ نکات اخذ کیے ہیں جو شاید کسی اور کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ اتنی باریک بینی سے مطالعہ اور علم میں انہماک و استغراق موجودہ دور میں عنقا ہے۔ کتاب کو پڑھنے اور کھنگالنے کا حق ادا کیا ہے۔ کتابوں پر نشان زدہ عبارات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ ایک محتاط محقق اور بلند پایہ دانشور تھے۔ جو فاضل محقق بھی مکتبہ قادریہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ ڈاکٹر فرید الدین قادری

رحمہ اللہ کے تبحر علمی اور اخذ و استنباط مسائل میں کمال مہارت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

کتب تفاسیر

ا۔ کشاف ۲۔ بیضاوی ۳۔ الخازن ۴۔ ابن کثیر ۵۔ حاشیہ الصاوی علی تفسیر جلالین ۶۔ الاکیل فی استنباط التنزیل ۷۔ لباب النقول فی اسباب النزول ۸۔ تفسیرات احمدیہ ۹۔ تفسیر مظہری ۱۰۔ فتح العزیز وغیرہ۔

کتب احادیث، کتب شروحات حدیث، کتب اصول حدیث، کتب عقائد، کتب فقہ، کتب سیرت، کتب تصوف اور کتب تاریخ۔

ا۔ مذکورہ بالا کتب کی نشان زدہ عبارات کو مقالہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ مذکورہ بالا کتب کی نشان زدہ عبارات کی روشنی میں مندرجہ ذیل محاسن و محامد کھل کر سامنے آ جاتے ہیں:

ا۔ فکر انگیز مطالعہ و تحقیق

۲۔ حل اشکالات اور ان کے جوابات

۳۔ مشکلات و مبہمات کی توضیح و تشریح

۴۔ فقہی تبحر اور وسعت نظر

۵۔ اعتقادی مسائل کے ادراک میں کامل وثوق اور گہرائی و گیرائی

۶۔ تحقیق طلب مسائل کی تنقیح

۷۔ قوت استدلال و استنباط

۸۔ مختلف اقوال میں تطبیق

۹۔ مختلف اقوال میں ترجیح

۱۰۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت

حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے متنوع اور عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس انداز سے تحقیق فرماتے کہ بات کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، تاریک گوشوں کو منور کر دیتے تھے، کبھی ایک اصل کے تحت جزئیات جمع کر دیتے ہیں، کبھی اصول کی روشنی میں نئے جزئیات کا استخراج کرتے نظر آتے ہیں، جس سے ان کی وسعت فکر ونظر اور قوت استنباط کا پتہ چلتا ہے۔

اختلاف رائے کا اُسلوب

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے آغاز میں ہی اپنے پروردہ نگاہ میں اتنی قابلیت اور تربیت پیدا کر دی تھی کہ بسا اوقات بعض پیچیدہ فقہی تحقیقات اور مسائل میں اختلاف بھی ہو جاتا۔ اپنے اپنے دلائل اور اشکالات پیش کئے جاتے۔ کبھی بیٹا اور شاگرد اپنے باپ اور استاد کی تحقیق کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیتا، کبھی باپ اور استاد اپنے بیٹے اور شاگرد کی تحقیق کو ترجیح دے کر اپنی رائے سے رجوع کر لیتا۔ اور اگر کبھی ایک دوسرے کے دلائل میں پورے غور وفکر اور باہمی مشوروں کے باوجود اختلاف رائے باقی رہتا تو پھر بھی اپنے پروردہ نگاہ کی رائے کو مقدم گردانتے۔

پروردہ نگاہ کو کوئی اشکال ہوتا تو اسے طالب علمانہ اسلوب میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ مگر خوب مدلل انداز میں پیش کرتے، اشکالات پیش کرنے کا انداز ایسا متواضعانہ اور مدلل ہوتا کہ جواب میں باپ اور استاد کے منہ سے بے ساختہ دعائیں نکلتیں، حسن نظر کی بھی داد ملتی، حسن بیان اور حسن ادب کی بھی، حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردہ نگاہ کی تحقیق وتنقید بے نفسی اور حق پرستی میں ایسی تربیت کی کہ آج کی دنیا میں اس کی مثالیں نایاب ہیں۔

آج کل تو استاد اور شاگرد کے اختلاف کو تنقیص و تذلیل کا نام دے دیا گیا ہے۔ کسی سے عقیدت ہو تو ''اینک ماہ پروین'' کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں، عقیدت نہ ہو تو اس کی ہر دلیل صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ جو بات ایک مرتبہ زبان یا قلم سے نکل گئی، پتھر کی لکیر بن کر وقار کا مسئلہ بن جاتی ہے، لیکن یہ تمام باتیں نفسانیت کی پیداوار ہیں۔ اور جہاں مقصود ہی حق کی تلاش ہو وہاں یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ کہنے والا میری رائے کے موافق کہہ رہا ہے یا مخالف، وہاں نظر اس پر رہتی ہے کہ کیا کہہ رہا ہے، کس دلیل سے کہہ رہا ہے، چنانچہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردہ نگاہ کو آغاز سے ہی اس انداز سے پروان چڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اساتذہ اور بزرگوں کی عظمت و عقیدت ان کے رگ و ریشے میں سمائی ہوئی ہے، لیکن یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ آپ کبھی اس عقیدت کو مسائل کی تحقیق و تنقید میں حائل نہیں ہونے دیتے۔ اور نہ کبھی اپنی تنقید سے کسی کی عظمت و عقیدت پر حرف آنے دیتے ہیں۔

آج کسی سے عقیدت اور اسی پر علمی تنقید کو اگرچہ باہم متعارض سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ ان دونوں متعارض باتوں کو ہمیشہ ساتھ لے کر چلنے کے عادی ہیں۔ ایسا کرنا مشکل ضرور ہے۔ لیکن اس مشکل کو آپ جس خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں وہ اہلِ علم کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

معقولات کی تدریس کا اُسلوب

صرف و نحو، ادب، فقہ اور معقولات یعنی منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت اور ریاضی کے علوم میں بھی حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کامیاب مدرس تھے۔ چونکہ انہوں نے یہ علوم ایسے اساتذہ سے پڑھے تھے جو اپنے وقت میں معقولات کے امام سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان علوم میں بھی راسخ استعداد عطا فرمائی تھی، چنانچہ ایک زمانہ ایسا گزرا ہے کہ جب آپ رحمہ اللہ معقولات کے ماہر کی حیثیت سے معروف ہوئے لیکن ساتھ

ہی اہل اللہ کی اور مرشد کی تعلیم و تربیت اور ان کی صحبت کے اثر سے یہ حقیقت ان کے ذہن وقلب میں پیوست ہوگئی کہ یہ علوم ایک طرف تو مقصود بالذات نہیں، بلکہ محض آلے اور وسیلے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان علوم میں اجتہاد کا باب بھی بہت وسیع ہے۔ اور ان میں فلاسفہ کے فتوؤں کی تقلید ضروری نہیں۔ حضرت فرید ملت اپنے فرزند کو ان علوم کی تدریس کے دوران صرف کتاب کو سمجھانے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ زیر بحث مسائل میں اپنی تحقیق سے بھی روشناس فرماتے تھے۔ ان کے نزدیک معقولات کی تدریس میں جب انہماک زیادہ ہو جائے تو بعض اوقات یہ حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ ان کو پڑھنا پڑھانا بذاتِ خود مقصود نہیں۔ بلکہ منطق تو محض آلہ ہے اور فلسفہ اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ ایک عالم دین کو ان نظریات کا صحیح علم ہو جو دین کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ان کی مدلل و مؤثر تردید کرسکے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمہ اللہ نے منطق و فلسفہ کا درس دیتے ہوئے یہ حقیقت طلبہ کے ذہن نشین کرا دی کہ ان عقلیات میں بذاتِ خود کچھ نہیں رکھا۔ اور اگر انسان کو وحی ربانی کا نورِ ہدایت حاصل ہوتو وہ ان عقلی گھوڑوں سے کبھی مرعوب نہیں ہوسکتا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمہ اللہ کو اس بات کا بھی احساس تھا کہ جس طرح ہمارے قدیم متکلمین نے یونانی فلسفے میں مہارت حاصل کرکے اس کی تردید فلسفیانہ زبان ہی میں کی تھی، اسی طرح موجودہ دور کے علماء کو جدید فلسفہ میں مہارت حاصل کر کے وہی کام از سر نو انجام دینا چاہیے، اس غرض کے لئے انہوں نے اپنے فرزند کو جدید فلسفہ کے لئے درس بھی دیا تھا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمہ اللہ کی یہ خواہش ضرور تھی کہ ایسے دانش ور پیدا ہوں جو جدید فلسفہ پر مکمل دسترس حاصل کر کے عہد جدید کا ''نیا تہافۃ الفلاسفۃ'' تصنیف کرسکیں اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے اپنے پروردہ نگاہ کو جدید تعلیم دلوائی۔

حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرا لقادری نے ابتداء ہی سے معقولی و منطقی وفلسفی ذہن پایا ہے۔ بجا ہے کہ زیادہ تر توجہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف جیسے ٹھیٹھ

دینی علوم کی طرف رکھی ہے۔ کیوں کہ یہی علوم مقصود بالذات ہیں اور انہی سے دنیا و آخرت سے متعلق حقیقی عملی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، معقولات کا چوں کہ یہ مقام نہیں ہے اس لئے اس کو خصوصی توجہ کا مرکز نہیں بنایا، لیکن معقولیت و منطقیت ایسی صاف ستھری اور اجلی تربیت میں پائی ہے کہ ہر بات کو معقول اور متوازن انداز سے اپنانے کے خوگر ہو گئے ہیں، اعتقادیات میں واضحیت کا ایک سبب معقولی انداز تدریس و تعلیم و تربیت بھی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ''ایسا غوجی''، کی شرح قلم بند کی تھی، جو بعد میں گم ہوگئی۔

فلسفہ اور عقلیات کی حقیقت اور اس کے ''پائے چوبیں'' کی ناپائیداری حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی، لیکن جب کبھی آپ کے سامنے مختلف اہل علم کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوتی کہ معقولات کو درس نظامی سے نکال دیا جائے تو حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ اس کی سخت مخالفت فرماتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر، حدیث ، فقہ، اصولِ فقہ اور عقائد پر متقدمین کی کتب معقولات کی اصطلاحات سے بھری ہوئی ہیں ۔ اور اگر قدیم منطق و فلسفہ کو بالکل دیس نکالا دے دیا جائے تو سلف صالحین کی کتب سے خاطرخواہ استفادہ کی راہ مسدود ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ منطق و فلسفہ کی تعلیم سے ذہن و فکر کو جلا ملتی ہے۔ اور ذہن مسائل کو مرتب طریقے سے سوچنے کا عادی بن جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ علوم، تفسیر، حدیث ، فقہ اور اصول فقہ کے مسائل کو سمجھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اس انداز و اسلوبِ تدریس کا شاہکار پروردۂ نگاہ کی ذاتِ والا صفات ہے۔

www.MinhajBooks.com

فقہ واصولِ فقہ کی تدریس

علوم متداولہ میں فقہ اور اصولِ فقہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کو ان سے بڑی مناسبت عطا فرمائی تھی۔ اسی

مناسبت طبعی کا نتیجہ ہے کہ اپنے پروردہ نگاہ کی ان دونوں علوم میں ایسی مناسبت پیدا کی کہ اکابر اہلِ علم نے بجا طور پر حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو ''فقیہ النفس'' کا لقب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عطا ہے اورظاہری اسباب میں اس طرزِعمل کا نتیجہ ہے جو حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا تھا۔ اور وہ فطری طور پر جگر گوشہ میں بھی منتقل ہوا ہے۔ وہ چار چیزیں حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ پیہم محنت و مشقت

۲۔ للّٰھیت و ایثار

۳۔ بزرگوں کی صحبت اوران سے تربیت حاصل کرنے کا اہتمام

۴۔ مسلسل مطالعہ

ان چاروں باتوں کے مکمل اہتمام کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے دونوں استاد اورشاگرد باپ اور بیٹے کوفقہ و اصولِ فقہ میں وہ مقام بخشا ہے کہ جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

فقیہ النفس

''فقیہ النفس'' فقہاء کی ایک اصطلاح ہے اوراس سے مراد وہ آدمی ہوتا ہے، جسے اللہ ربُّ العزت نے فقہ واصولِ فقہ میں کثرت ممارست ومہارت کے بعد ایک ایسا ذوق سلیم عطا فرمادیا ہوکہ جس کی روشنی میں وہ کتب فقہ کی مراجعت کے بغیر بھی صحیح نتیجے تک پہنچ سکتا ہو۔ ہمارے جیسے کمترین بے علم وعمل طالب علم کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ کسی کے بارے میں فقیہ النفس ہونے کا فیصلہ کرے۔ کیونکہ فقیہ النفس کی پہچان بھی انہی لوگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ ربُّ العزت نے تبحر علمی سے نوازا ہو۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی مدظلہ العالی، شیخ محمد ابوالخیرالشکری اورالشیخ شہاب الدین احمدالفرفور جیسے شام کے اربابِ علم

وعرفان نے شیخ الاسلام کو فقیہ النفس کا خطاب دیا ہے۔

یہ لقب وہ ہے جو اہل علم نے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ جیسے وسیع العلم کو بھی نہیں دیا، بجا طور پر یہ لقب علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ جیسے محققین پر راست آتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تبحر علمی اور وسعت معلومات کی بناء پر اگر فقیہ الشام الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی جو ''الفقه الحنفي و أدلّته'' اور ''شعب الایمان'' جیسی عظیم کتب کے مصنف اور مؤلف نے کہہ دیا ہے تو یہ بے جا نہیں ہے۔ شیخ نے آپ کے علم وفضل کی محض رسمی تعریف نہیں کی، بلکہ باقاعدہ آپ کو صحیح معنیٰ میں فقیہ النفس کا خطاب دیا ہے۔ اور جو لوگ شیخ کی تصانیف اور ان کے تبحر علمی سے واقف ہیں انہیں اندازہ ہوگا کہ ان کے الفاظ کو کسی تصنع یا مبالغہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

پروردہ نگاہ فرید کو اصطلاحاً فقیہ النفس کہنا تو شیخ الصاغرجی مدظلہ العالی یا انہی کے پائے کے کسی عالم کا مقام ہے، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ان کے یہ محامد استاد کی علمی لیاقت پر دال ضرور ہیں۔

فقاہت اور افتاء

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فقاہت اور افتاء کی باریک بینی کے پس منظر میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی فقاہت کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ محض فقہاء کی کتب کی جزئیات یاد کر لینے سے کوئی عالم یا مفتی نہیں بنتا۔ ایسے بہت سے حضرات موجود ہیں کہ جنہیں فقہی جزئیات ہی نہیں ان کی عبارات بھی ازبر ہیں، لیکن ان میں فتوی کی مناسبت نظر نہیں آتی۔ وجہ یہ ہے کہ درحقیقت ''فقہ'' کے معنیٰ سمجھے کے ہیں۔ اور فقیہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرما دی ہو اور یہ سمجھ محض وسعت مطالعہ یا فقہی جزئیات یاد کرنے سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لئے کسی ماہر فقیہ کی صحبت اور اس سے تربیت لینے کی ضرورت ہے۔ پروردہ نگاہِ فرید کے فقہی اور

افتائی ذوق اورممارست کے محاسن پر بہ دقت نظرغور کیا جائے تو حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے تفقہ کے نقوش نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔وہ کیا باتیں ہیں جو محض مطالعہ یا فقہی جزئیات یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔اس سوال کا جواب یہی ہے کہ اگر یہ باتیں بیان میں آسکتیں تو پھر انہیں سیکھنے کے لئے کسی سے تربیت لینے کی ضرورت نہ ہوتی۔اب ان کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ انہیں منضبط شکل میں مدون نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ متعین الفاظ میں ان کی تعبیر وتشریح ممکن ہے گویا ''بسیار شیوہ ہااست بتاں راکہ نام نیست'' ان باتوں کے حصول کاطریقہ ہی یہی ہے کہ کسی ماہر فقیہ کے ساتھ رہ کر اس کے اندازِ فکر ونظر کامشاہدہ کیا جائے۔اس طرح مدت کے تجربے اور مشاہدہ سے وہ اندازِ فکر ونظر خود بہ خود زیرتربیت شخص کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔جیسا کہ پروردہ نگاہ فرید میں وہ اندازِفکر ودیعت ہوا ہے۔

دیکھئے تقلید شخصی کوئی شرعی حکم نہیں ہے، بلکہ ایک انتظامی فتویٰ ہے ۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چاروں ائمہ مجتہدین برحق ہیں۔ اور ہر ایک کے پاس اپنے مؤقف کے لئے وزنی دلائل موجود ہیں۔لیکن بہ یک وقت چاروں کی تقلید کی کھلی چھٹی دے دینا گویا اتباعِ ہوائے نفس کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے ۔اس لئے ہواوہوس کوروکنے کے لئے اورسلامتی کا راستہ یہی ہے کہ تقلید شخصی کولازمی تصور کیا جائے۔تاہم اگر مسلمانوں کی کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہوتو اس موقع پرکسی دوسرے مجتہد کے مسلک پرفتویٰ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ خاص طور سے بیع وشراء وغیرہ کے معاملات میں جہاں عموم بلوی عام ہو۔وہاں ائمہ اربعہ میں سے جس امام کے مذہب میں عام لوگوں کے لئے گنجائش کا پہلو ہو اس کوفتویٰ کے لئے اختیار کرلیا جائے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''اسباب اختلاف الفقہاء''اور''عقد الجید'' میں تقلید و اجتہاد کا جو مؤقف بیان کیا ہے یہی ذوق حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ نے اپنے زیرتربیت جگر گوشہ میں بیدار کیاہے ۔ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ فقہائے امت نے فقہ کے جو متون مرتب کئے ہیں

ان کی عبارات انتہائی جامع و مانع ہیں۔ اور حشو و زوائد سے پاک ہیں۔ چنانچہ ان متون میں کسی مسئلہ کو بیان کرنے کے لئے اتنے ہی الفاظ استعمال کئے ہیں جتنے ناگزیر ہوں، ان کا کوئی لفظ زائد نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مسئلے کی کسی نہ کسی شرط کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ فقہائے احناف قرآنِ و سنت کی نصوص میں تو مفہوم مخالف کو حجت نہیں مانتے، کیوں کہ قرآن وسنت کا اسلوب احکام کے بیان کے ساتھ ساتھ وعظ و تذکیر کے پہلو کو بھی ساتھ لئے ہوئے ہے اور اس میں بعض الفاظ اسی نقطہ نظر سے بڑھائے جاتے ہیں، لیکن فقہائے امت کی عبارات صرف قانونی انداز کی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان عبارات میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا فقہائے احناف نے تسلیم کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہائے امت کے کلام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کے قانونی تقاضوں پر غور وفکر کر کے کوئی نتیجہ نکالا جائے، ان میں سے کسی ایک احتمال کو اختیار کرنے میں ایک فقیہ اور مفتی کو اپنی بصیرت سے کام لینا پڑتا ہے، بعض اہل علم کسی لفظ کے قانونی تقاضوں کو متعین کرنے میں اس کے لغوی مفہوم اور ٹھیٹھ منطقی نتائج کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس سے مسئلہ کی علت اور اس کا صحیح سیاق و سباق پس پشت چلا جاتا ہے۔ اور بعض دیگر ارباب علم اس لفظ کے ٹھیٹھ منطقی نتائج پر زور دینے کے بجائے اس سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہیں جن میں وہ بولا گیا ہے، خواہ اس سے لفظ کے منطقی نتائج پورے نہ ہوئے ہوں۔ پروردہ ٔ نگاہِ فرید رحمہ اللہ کا مزاج و مذاق ان دونوں کے درمیان ہے۔ کیوں کہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ پیشہ کے اعتبار سے حکیم و طبیب تھے اور انہوں نے فقہ و فتاوٰی کے میدان میں بھی ایک ماہر حکیم و دانا کے طور پر بیمار لوگوں کا معالجہ جسمانی وروحانی کا کام کیا۔ بعض اوقات زمانوں کے اختلاف سے حکم بدل جاتا ہے۔ اور یہ قانون تلفیق بعض طبائع قبول نہیں کرتیں اور وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ علماء اپنی مرضی سے احکام شریعت میں احکام کی تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ حالات کے لحاظ سے نسخے اور تدبیر کی تبدیلی ہوتی ہے جیسے کسی علاقے پر کسی وبا کے مسلط ہونے کا اندیشہ

ہوتا ہے تو اطباء ایسی تدبیر بتاتے ہیں جن سے اس دباؤ کو روکا جا سکے، لیکن جب وباء آجاتی ہے تو پھر معالجین کی تدبیریں بدل جاتی ہیں اور اس وقت ایسے نسخے بتائے جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ بیماری آنے کے بعد شفا حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتِ فریدِ ملت رحمہ اللہ نے اپنے جگر گوشہ کو ابتدائی تعلیم انگلش میڈیم سکول میں دلوائی۔ کیوں کہ جدید علوم و فنون یا کسی زبان کی تحصیل کو بذاتِ خود کبھی کسی نے حرام نہیں کہا۔ لیکن اس وقت چونکہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ اپنی خداداد بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ میرے لختِ جگر نے جس دور میں تحریک اٹھانی ہے اس کے تقاضے کیا ہوں گے؟

ادب

ادب وہ پہلا موضوع تھا جس سے حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کو خصوصی دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ آپ نے عرب و عجم کے ان مشاہیر سے اکتسابِ فیض کیا جو حسنِ تعلیم و تربیت کے ساتھ عربی ادب کے بلند پایہ ادیب تھے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی تدریس کی ابتداء بھی صرف و نحو اور ادب سے ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے لختِ جگر کو بھی پوری لیاقت کے ساتھ ان علوم میں طاق کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے نفحۃ الیمن، برقات الادب، حصہ اول و دوم، مقامات حریری، دیوان متنبّی، دیوان حسان، دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ اور قصیدہ بردہ کا درس دیا۔ ان کتب کو پڑھانے کا معمول یہ تھا کہ مطالعے کے دوران صرف اسی کے حواشی و شروح پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ اس علم و فن کی غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس علم کے مزاج کو پہچاننے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ مذکورہ کتب کی تدریس کے دوران آپ نے مختلف شعراء کے دواوین، ادب عربی کی تاریخ اور ادب کی بنیادی کتابوں کو مطالعے میں رکھا۔ اور اپنے فرزند کو ان سے خوب فیض یاب کیا، جس کی وجہ سے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری میں عربی ادب کا بڑا ستھرا ذوق پیدا ہوا۔ ترجمہ عرفان القرآن کو ادبی پیرائے اور قواعد عربی کی رُو سے مطالعہ کیا جائے تو پروردہ نگاہِ فرید کے ادبی محاسن نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو مختلف شعرائے عرب کے اتنے اشعار یاد تھے کہ انہیں سن کر علامہ عبدالرشید رضوی جیسے ماہر مدرس حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ شعراء جاہلیت میں خاص طور پر امرالقیس، زہیر، اعشیٰ اور شعرائے اسلامیین میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زہیر، ذوالرمیۃ، فرزدق، حمابین اور شعرائے مولدین میں متنبّی ابوتمام اور ابوالعتاہیہ کے اشعار انہیں بکثرت نوکِ زبان رہتے تھے اور ان شعراء سے آپ کو خصوصی مناسبت تھی۔

پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ کے بقول آپ کو تین قسم کے اشعار خاص طور پر زیادہ پسند آتے تھے۔ سب سے زیادہ وہ اشعار جن میں ہجر وفراق اور درد وسوز کا بیان ہوتا، دوسرے وہ اشعار جن میں کوئی حکمت کی بات خوبصورتی سے کہی گئی ہو۔ تیسرے وہ اشعار جن میں تشبیہات و استعارات کا اچھوتا پن ہوتا۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو متنبّی کی مبالغہ آرائی اور اس کا انداز تشبیب و مدح سرائی پسند نہ تھا لیکن چونکہ اس کے یہاں حکمت بھی بہت زیادہ ملتی ہے اس لئے اس کے بہت سے اشعار ازبر تھے۔ جن اشعار میں سوز و گداز پایا جاتا وہ تنہائی وخلوت میں پرسوز وترنم سے پڑھتے تھے۔ تنہائی میں ان اشعار کو پڑھنے کا انداز یہ بتاتا تھا کہ یہ شعر محض برائے شاعری نہیں بلکہ ان کے پس منظر میں یادوں کا ایک جہاں پوشیدہ ہوتا۔ حرمین شریفین، بغداد اور شام الغرض مقدس مقامات کے مناظر کی نہ جانے کتنی دلگداز یادیں تھیں جو حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے لبوں پر یہ اشعار لے آیا کرتی تھیں۔ پرسوز اشعار کا تاثر بھی آپ رحمہ اللہ کے دل پر بہت ہوتا تھا۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے مذاق شعری میں سادگی، بے تکلفی، برجستگی اور شعر کا سہل ممتنع ہونا بھی بڑا پسندیدہ پہلو تھا۔ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ، غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ، علامہ محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ، صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمہ اللہ شاہ آلومہاروی، خطیب شہیر علامہ سید افتخار الحسن شاہ زیدی رحمہ اللہ، علامہ عنایت اللہ سانگلہ ہل جیسے صاحبان علم سے جب کبھی شاعری میں حسن ادا کی بات چلتی تو عام طور پر انہیں لطف

لے کر سنایا کرتے تھے۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو فارسی ادب میں سعدی رحمہ اللہ، حافظ شیرازی رحمہ اللہ، مولانا رومی رحمہ اللہ اورعرفی ونظیری کے اشعار بھی کافی یاد تھے۔ خاص طور پر مولانا جامی رحمہ اللہ اور مولانا رومی رحمہ اللہ سے بڑی مناسبت تھی۔ مثنوی تو آپ رحمہ اللہ کو اتنی زیادہ یاد تھی کہ عام طور سے تقریروں میں بھی اور گفتگو میں بھی مناسبت سے اس کے کئی کئی اشعار سناتے چلے جاتے تھے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردہ نگاہ کو مثنوی پورے درد و سوز کے ساتھ پڑھائی اور تصوف کے اسرار و رموز اور دقیق پیچیدہ مسائل وحدت الوجود کو پورے شعور کے ساتھ سمجھایا۔

منہجِ تعلیم و تدریس

حضرت شیخ الاسلام نے اپنے والد گرامی کے منہج تعلیم و تدریس کے بارے میں وقتاً فوقتاً جو حقائق بیان فرمائے ہیں اُن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے درس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ سبق کے دوران طالب علم کے ذہن کو کبھی بوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ مشکل سے مشکل بحث ایسی سادگی اور سہولت سے مختصر وقت میں ذہن نشین کرا دیتے کہ طلبہ کو اس کے مشکل ہونے کا احساس ہی نہ ہوتا تھا۔ پورا درس دوران سبق ہی خوب یاد ہو جاتا تھا۔

(۲) غیر ضروری اور غیر متعلق مباحث اور اُمور کے بیان سے اجتناب فرماتے، حل کتاب پر پوری توجہ دیتے اور اصل توجہ مضامین مقصودہ کی طرف رہتی، طلبہ کو بھی اسی طرف متوجہ رکھتے۔

(۳) کوئی ضروری بحث یا مسئلہ مناسب تفصیل کے ساتھ ذہن نشین کرائے بغیر آگے نہ بڑھتے تھے۔

(۴) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے درس سے طلبہ کو صرف کتاب یا حواشی سے نہیں بلکہ فن سے مناسبت پیدا ہو جاتی تھی۔

(۵) آپ رحمہ اللہ کا درس رسمی مباحث کا پابند نہ تھا بلکہ جس زمانے میں جن مباحث کی زیادہ ضرورت محسوس فرماتے، ان پر زیادہ توجہ مرکوز فرماتے تھے۔

(۶) جن مسائل کا تعلق زندگی کے جیتے جاگتے مسائل سے ہوتا یا جن سے عصر حاضر کی مشکلات کے حل میں مدد ملنے کی اُمید ہوتی، ان کو آپ رحمہ اللہ خصوصیت سے زیر بحث لاتے تھے۔

(۷) طلبہ کو درس کے مباحث اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں متحرک، زندہ اور رَچے بسے نظر آتے، وہ زندگی سے اپنی درسیات کا ربط و تعلق نمایاں طور پر محسوس کرتے۔ اور درس کی گہرائی و گیرائی اور وسعت کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے جو ان پر مطالعہ کے ذوق و شوق اور محنت و کامیابی کے در وا کر دیتا تھا۔

(۸) آپ رحمہ اللہ کے درس کا خاص اثر یہ تھا کہ عقیدہ کی واضحیت نکھر کر سامنے آجاتی تھی۔ متنازع عقائد پر سب سے پہلے اپنے عقائدِ صحیحہ کی اصلیت و حقیقت کو ذہن نشین کرواتے تھے۔

(۹) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے درس کا خاص اثر یہ تھا کہ طلبہ کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ فروزاں ہو جاتا تھا انبیاء کرام، صحابہؓ و اہل بیتؓ، ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ سلف کی عقیدت و محبت جاگزیں ہو جاتی تھی۔

(۱۰) دورانِ درس جن کتابوں کے حوالے آتے بسا اوقات ان کا اور اُن کے مصنّفین و مؤلفین کا مختصر تعارف بھی کرا دیتے تا کہ طلبہ میں ان کے مطالعہ کی بھی رغبت پیدا ہو۔

(۱۱) کوئی طالب علم سوال کرتا تو اس کا سوال پوری توجہ سے سنتے۔ اور اس کی ہمت افزائی فرماتے، کوئی معقول اعتراض کرتا تو اپنی بات کی پچ کبھی نہ بھرتے، اعتراض کو قبول

فرما لیتے، کسی سوال کا جواب فوراً مستحضر نہ ہوتا تو فرماتے کہ تحقیق کر کے اس کا جواب دوں گا، پھر ایسا جواب دیا کرتے کہ تشکیک کے کانٹے جڑ سے اُکھاڑ پھینک دیتے تھے۔

(۱۲) علمی ذوق آپ رحمہ اللہ کی زندگی کے ہر شعبہ پر غالب رہا، اپنے پروردہ نگاہ کو جس انہماک اور جانفشانی سے پڑھایا اس کی مثالیں دورِ حاضر میں نایاب ہیں، اسباق سے فارغ ہوکر وقفہ کے وقت یا رات کو اسباق کا ایسا تکرار کراتے کہ دیگر اساتذہ کے اسباق ازبر ہو جایا کرتے تھے۔ اپنے پروردہ نگاہ کو زمانہ طالب علمی ہی میں تکرار میں اتنا طاق کر دیا تھا کہ آپ کے تکرار میں طلباء اور ہم درس اتنی اہمیت سے شریک ہوتے کہ مستقل ایک درس کی سی صورت بن جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے اساتذہ کے درس کو اتنا حفظ کرلیا کرتے تھے کہ جس طرح اُستاد نے پڑھا دیا من وعن اسی ترتیب سے اس کا آپ اعادہ کیا کرتے تھے۔

فہم حدیث

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے درسِ حدیث کی عجب شان تھی ۔جس کا اب عملی نمونہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دروس حدیث کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور نظری طور پر پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ نے اپنے عظیم القدر والد اور اُستاد کے درس حدیث کی بعض خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) درسِ حدیث میں سب سے پہلے حدیثِ نبوی ﷺ کی مراد باعتبار قواعد عربیت اور بلاغت واضح فرمایا کرتے تھے۔حدیث کی مراد کو علمی اور فنی اصطلاحات کے تابع نہ رکھتے۔ کیونکہ اصطلاحات بعد میں وضع ہوئیں اور حدیث نبوی زمانہ کے لحاظ سے پہلے تھیں۔چنانچہ حدیثِ نبوی ﷺ کو اصطلاح کے تابع کر کے سمجھنے کی کوشش کرنا قرینہ ادب نہیں ہے ۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ مفسرین کی طرح اسرارِ بلاغت کو پہلے بیان فرمایا کرتے تھے ۔ پروردۂ نگاہِ فرید رحمہ اللہ بھی اسی منہج و اسلوبِ فہم حدیث پر گامزن ہیں

''المنہاج السوی'' کی شرح میں بلاغی نکات کا خاص اہتمام حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے اندازِ تدریس کا عکاس ہے۔ استقامت کے موضوع پر حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے دروسِ حدیث اِس کا بین ثبوت ہیں۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری شرح حدیث میں اکابر محدثین کے لطائف اور نکات کو پورے جذب اور کامل انہماک کے ساتھ بیان فرماتے جا رہے ہیں۔

(۲) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ خاص مقامات پرحدیث نبوی ﷺ کا مآخذومنبع قرآنِ حکیم سے بھی بیان فرمایا کرتے۔

(۳) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ بقدرِ ضرورت اسماء الرجال پر بھی کلام فرمایا کرتے خصوصاً جن رواۃ سے متعلق ائمہ محدثین کا اختلاف ہوتا اس پر جرح وتعدیل کے اختلاف کو بیان فرما کر اپنا مؤقف بھی بیان فرما دیتے تھے۔ کہ یہ راوی کس درجہ میں قابل قبول ہے۔اس کی روایت حسن کے درجہ میں رہے گی یا صحیح کے درجہ میں یا قابل رد ہوگی یا قابل اغماض۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اغماض اور مسامحت میں فرق کوواضح کیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی اپنے والدِ گرامی کے تتبع میں فیصلہ کا طریقہ یہ رکھتے ہیں کہ جب کسی راوی کے جرح وتعدیل میں اختلاف ہوتا ہےتو یہ بتلادیتے ہیں کہ یہ راوی ترمذی کی فلاں سند میں واقع ہے اور امام ترمذی نے اس روایت کی تحسین یا تصحیح کی ہے۔دفاعِ مقام حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیکچر میں آپ کا محدثانہ فہم حدیث نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اور اِسی طرح حدیث ضعیف پر آپ کا محدثانہ اور متکلمانہ مؤقف بھی اپنی مثال آپ کا حامل ہے۔

(۴) حضرت فرید ملت رحمہ اللہ فقہ الحدیث پر جب کلام کرتے تو پہلے ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان فرمایا کرتے۔ اور پھر ان کے وہ دلائل بیان کرتے جو اس مذہب کے فقہاء کے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوتے۔ اورپھر ان کا شافی جواب دیتے۔ اور پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی ترجیح بیان کرتے تھے۔

حنفیت کے لئے استدلال اور ترجیح میں قرآن وسنت کے تبادر اور سیاق وسباق کو پورا ملحوظ رکھتے۔ اور اس بات کا خاص لحاظ رکھتے کہ منشاء شریعت اور مقصد اس بارے میں کیا ہے۔ اور یہ حکم خاص اسلامی شریعت کے احکام کلیہ کے تو خلاف نہیں۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ شریعت کے مقاصد کلیہ کو مقدم رکھتے۔ احکامِ جزئیہ میں اگر بے تکلف تاویل اور توجیہ ممکن ہوتی تو اس کی توجیہ کرتے اگر تکلف معلوم ہوتا تو قواعد کلیہ کو ترجیح دیتے اور یہی طریقہ فقہائے امت کا رہا ہے۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے درسِ حدیث میں رنگِ حدیث غالب ہوتا۔ فقہ حنفی کی تائید وترجیح تو ثابت فرمایا کرتے تھے لیکن انداز محدثانہ ہوتا۔ فقہی مسائل میں کافی سیر حاصل بحث فرماتے۔ لیکن اسلوبِ بیان سے یہ کبھی مفہوم اخذ نہیں ہوتا تھا کہ آپ حدیث کو فقہی مسائل کے تابع کر رہے ہیں۔ اور کھینچ تان کر حدیث کو فقہ حنفی کی تائید میں لانا چاہتے ہیں۔ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے درسِ حدیث سے یہ امر واضح ہوتا کہ آپ فقہ کو بحکم حدیث قبول کر رہے ہیں۔ حدیث فقہ کی طرف نہیں بلکہ فقہ کو حدیث کی طرف لایا جا رہا ہے۔ وہ آ رہا ہے اور کلیتًا حدیث کے موافق پڑتا جا رہا ہے۔ گویا حدیث کا سارا ذخیرہ فقہ حنفی کو اپنے اندر سے نکال نکال کر پیش کر رہا ہے۔ اور اسے پیدا کرنے کے لئے نمودار ہوا ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اس سوال کہ کیا سارا ذخیرہ روایات حدیث صرف فقہ حنفی ہی کی حمایت کے لئے ہے؟ کا جواب نہایت محققانہ انداز میں دیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہر حدیث میں وہی کچھ ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سمجھا اور کہا ہے۔ اور اس پر بطور دلیل حنیفہ رحمہ اللہ شافعیہ رحمہ اللہ کے مشہور مختلف فیہ مسائل کی مثالیں دے کر تطبیق روایات اور ترجیح راجح کے اصول بیان کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح واضح ہو جاتا تھا کہ ذخیرہ حدیث سے ہی فقہ حنفی سیراب ہوئی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری بیان فرماتے ہیں کہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ فقہ حنفی کی عظمتِ شان کو نمایاں کرکے دکھلاتے کہ ہم محض قیاسی طور پر

نہیں بلکہ نصوصِ حدیث کے سارے ہی ذخیرہ میں عیاناً وہ بنیادیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جن پر فقہ حنفی کی تعمیر کھڑی ہوئی ہے۔ بہرحال درسِ حدیث میں حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے یہاں محدثانہ رنگ غالب تھا اور حدیث کو فقہ حنفی کے مؤید کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کے منشاء کی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا۔ اور دست بدست اس کے دلائل و شواہد سے اس دعویٰ کو مضبوط بنایا جاتا تھا۔ اور یہی شان پروردہ نگاہِ فرید کے فہم حدیث میں دکھائی دیتی ہے۔ دورۂ صحیح بخاری اور دورۂ صحیح مسلم (برمنگھم) کے دوران یہ محدثانہ شان پورے جوبن پر نظر آتی ہے۔

صحیح بخاری کا درس دیتے ہوئے اس کی متعدد شروح سامنے رکھتے تھے۔ مثلاً فتح الباری، عمدۃ القادری اور فیض الباری وغیرہم شروحات کو مدِ نظر رکھ کر اپنے پروردۂ نگاہ کو حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ ویسے بھی متونِ حدیث کی معتمد کتب کا ڈھیر آپ رحمہ اللہ کے سامنے ہوتا تھا۔ اور تفسیر الحدیث بالحدیث کے اصول پر کسی حدیث کے بارے میں جو دعویٰ کرتے اسے دوسری احادیث سے مؤید و مؤثق کرنے کے لئے دورانِ درس کتب پر کتب کھول کھول کر دکھاتے جاتے تھے۔ اور اس طرح اپنی رہنمائی میں مطالعہ کتب کرواتے تھے۔ جب ایک حدیث کا دوسری احادیث کی واضح شرح و تفسیر سے مفہوم و مطلب متعین ہو جاتا تھا تو نتیجۃً وہی فقہ حنفی کا مسئلہ نکلتا تھا۔ یہ بات ذہن نشین کراتے تھے کہ حدیث فقۂ حنفی کو مستنیر و مستفیض کر رہی ہے۔

حضرت فریدِ ملت رحمہ اللہ اس مؤقف کے سخت مخالف تھے کہ فقہ حنفی کی تائید میں خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر احادیث کو پیش کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح اصل مذہب حنفی قرار پاتا ہے۔ اور روایات حدیث کو محض مؤیدات کے طور پر اسے مضبوط بنانے کے لئے یہ ساری سعی کی جاتی ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے نزدیک اصل حدیث ہے لیکن جب بھی اس کے مفہوم کو سیاق و سباق اور دوسری احادیث باب کی تائید و توثیق سے اسے متعین و مشخص کر دیا جائے تو اس میں سے فقہ حنفی کا پھول شگفتہ نکلتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس

لئے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے والدِ گرامی رحمہ اللہ کے درس سے یہ ذوق لے کر پروان چڑھے کہ فقہ حنفی پر عمل کرتے ہوئے حقیقتاً ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔اور حدیث کا جو مفہوم حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے سمجھا ہے وہی دراصل صاحب قرآن ﷺ کا منشاء ہے جس کو روایت حدیث ادا کر رہی ہے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے یہ بخوبی باور کرایا کہ روایت حدیث سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنا کوئی مفہوم پیش نہیں کرتے بلکہ صرف شارع علیہ السلام کا مفہوم پیش کر رہے ہیں۔اور خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث میں محض ایک ناقل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے درس حدیث کی یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ فقہ حنفی حدیث سے مستنیر دکھائی دے اور یہ امر متحقق ہو کہ حدیث مؤید فقہ نہیں بلکہ منشاء فقہ ثابت ہو یہ انداز موجودہ دور میں ناپید ہو چکا ہے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردۂ نگاہ کی مجتہد فی التقلید یا محقق فی التقلید کے منہج پر تربیت کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مقلد ضرور ہیں مگر ایسے محقق فی التقلید ہیں کہ تمام اجتہادی مسائل میں جہاں تقلید کرتے ہیں وہاں مسائل کی تمام حدیثی اور قرآنی بنیادوں کی تحقیق بھی ذہن میں رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ عنوان آپ کے درس میں اس لئے نکھرا ہوا نظر آتا ہے کہ آپ کا غالب رنگ محدثانہ ہے اور ہر ہر مسئلہ کی تائید حدیث ہی سے کرتے ہیں۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے درس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کے علمی تبحر اور علم کے بحر ذخار ہونے کی وجہ سے درسِ حدیث صرف علوم حدیث ہی تک محدود نہ رہتا تھا بلکہ اس میں استطراداً ہوتا تھا کہ گویا علم و معانی کا یہ مسئلہ اسی حدیث کے لئے واضع نے وضع کیا تھا۔معقولات کی مباحث آ جاتیں اور معقولین کے کسی مسئلہ کا رد فرماتے تو اندازہ ہوتا کہ یہ حدیث گویا معقولات کے مسئلہ ہی کی تردید کے لئے قلبِ نبوی ﷺ پر وارد ہوئی تھی۔الغرض نقلی اور روائتی فنِ حدیث میں نقل وعقل دونوں کی مباحث آتیں اور ہر فن کے متعلقہ مقصد پر ایسی سیر حاصل اور محققانہ بحث ہوتی کہ علاوہ بحث حدیث کے وہ

فنی مسئلہ ہی فی نفسہٖ اپنی پوری تحقیق کے ساتھ منقح ہو کر سامنے آجاتا تھا۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا درس حدیث محض حدیث تک محدود نہ تھا بلکہ فقہ، تصوف، تاریخ،ادب ،کلام ،عقائد،فلسفہ،ہیئت ،ریاضی اورسائنس وغیرہم تمام علومِ جدیدہ و قدیمہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس لئے اس جامع درس کا فیض یافتہ اور پروردہٗ طالب علم اس درس سے ہر علم وفن کا مذاق لے کر پروان چڑھتا۔ اورآغاز ہی میں پروردۂ نگاہِ فرید میں یہ استعداد پیدا ہوگئی تھی کہ وہ بضمنِ کلام الٰہی اور کلام رسول ہر فن میں محققانہ انداز میں کلام کرتے۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ درسِ بخاری میں تراجم کے حل کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ پہلے امام بخاری کی غرض اور مراد واضح فرمایا کرتے۔ بسا اوقات حلِ ترجمہ میں شارحین کے خلاف مراد بھی منقح فرمائی۔ اور اس کے دلائل وشواہد بھی بیان فرمایا کرتے جو پروردۂ نگاہ فرید نے اپنے دورۂ صحیح بخاری اور دورۂ صحیح مسلم (برمنگھم) میں کھل کر اظہار فرمایا ہے ۔اب صحاحِ ستہ کے درس کے لئے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پور مستعد ہو چکے ہیں۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ یہ کھل کر بیان فر ماتے تھے کہ ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے ائمہ اربعہ میں سے کس امام کا مذہب اختیار کیا ہے ۔درس بخاری کے دورن یہ بات واضح کی کہ سوائے مسائل مشہورہ کے اکثر جگہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کی موافقت کی ۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ شروحاتِ بخاری کا پورے درک کے ساتھ درس دیا کرتے تھے ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں ۔اس لئے امام شافعی رحمہ اللہ کی تائید کے لئے فتح الباری میں جا بجا امام طحاوی رحمہ اللہ کے اقوال اور استدلال نقل کر کے اس کی پوری سعی کرتے ہیں کہ امام طحاوی کا جواب ضروری ہو جائے۔بغیر امام طحاوی کے جواب دیئے گذرنے کو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے حقِ شافعیت ادا نہیں کیا۔یہی وجہ ہے حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردۂ نگاہ کو مسائل فقہیہ میں طاق کرنے کے لئے امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی فتح

الباری کا بھرپور ناقدانہ مطالعہ کرایا۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اسرارِ شریعت کے بیان میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ اور شیخ شعرانی رحمہ اللہ کا تتبع کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ حضرتِ والا کا درسِ حدیث قرونِ اولی کے ائمہ محدثین کی یاد تازہ کرتا تھا۔ جب متونِ حدیث پر کلام کرتے تو یہ معلوم ہوتا کہ بخاری و مسلم بول رہے ہیں۔ اور جب فقہ الحدیث پر کلام فرماتے تو امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ معلوم ہوتے اور جب حدیث نبوی ﷺ کی بلاغت پر کلام کرتے تو تفتازانی رحمہ اللہ اور جرجانی دکھائی دیتے۔ اور جب شریعت کے اسرار بیان کرتے تو محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ اور امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نظر آتے۔ یہ اُسلوبِ فہم حدیث حضرت شیخ الاسلام کے اندر پورے کمال پر دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے منہج تدریس کا فیض ہے۔

حضرت فرید ملت کا روحانی مقام

اب تک جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے علمی ذوق اور مزاج سے متعلق تھیں۔ اب ان کی عملی زندگی سے متعلق کچھ باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ یہ حصہ اور زیادہ لطیف اور نازک ہے اور اس کو الفاظ میں منتقل کرنا پہلے سے کہیں زیادہ مشکل ہے، تاہم جو باتیں حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی زبانی سنی ہیں اور ناچیز کے فہم و ادراک میں آسکیں انہیں اپنی بساط کی حد تک بیان کی جاتی ہیں حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کی عملی زندگی کو (۱) عبادات (۲) دعوت و تبلیغ (۳) معاشرت و معاملات کے مختلف شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اسی ترتیب سے چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

عبادات

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کو عبادات کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا۔

اورعبادت کے ہر شعبے میں قابل صدر شک نقوش چھوڑنے کے باوجود انہیں اس بات پرحسرت ہی کا اظہار کرتے پائے گئے کہ مجھ سے عبادت نہیں بن پڑتی۔اگرچہ ان کی ساری زندگی ایسی ہنگامی اور تلاطم خیز تھی کہ صبح سے شام تک کے تمام اوقات مختلف شعبوں میں بٹے ہوئے تھے۔معالجہ جسمانی کے لئے مطب کی مصروفیت،وعظ وتقریر ،تدریس،خدمتِ خلق غرض دینی خدمات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جس میں حضرتِ فرید ملت رحمه الله کا مؤثر حصہ نہ ہو۔اوران میں سے ہر شعبہ شب وروز کے تمام اوقات اسی پر وقف کر دینے کا متقاضی تھا، فجر کے بعد سے جو کام میں لگتے تو رات کے بارہ بارہ بلکہ ایک ایک بجے تک انتھک مصروف رہتے تھے۔عصر کے بعد جب دوسرے لوگ ذہنی سکون کی خاطر کسی تفریح میں لگتے یا گھر ہی میں فراغت کے ساتھ بیٹھتے تو آپ اپنے جگر پارہ کو مختلف موضوعات پر سیراب کرتے رہتے۔غرض جب سونے کے لئے لیٹتے تو جسم تھکن سے چورہو تا تھا۔اس کے باوجود تہجد،اشراق، چاشت ،صلاۃ الاوابین،تلاوت قرآن،درودشریف،مناجات مقبول اورکم ازکم دو گھنٹے کے اوراد وظائف کا معمول التزاماً فرمایا کرتے تھے۔آخر شب میں تہجد کے بعد دیر تک ذکر، زندگی بھر معمول رہا۔اس کے علاوہ جب کبھی اشغال نسبتاً کم ہوتے تو ان معمولات میں اضافہ ہو جاتا تھا اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر اور درود شریف پڑھتے رہتے تھے،یہاں ایک بنیادی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ ہمارے بعض اہل علم نے عملی طور پر دین کی تعبیر کو الٹ دیا ہے اور جو چیز مقصود تھی اسے ذریعہ اور جو ذریعہ تھا اسے مقصود اصلی قرار دے دیا ہے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ دین کا اصل مقصد جہاد و دعوت کے ذریعے اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔اور نماز روزے سمیت تمام عبادات اسی مقصد کی ٹریننگ دینے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دین کا اصل مقصد بندوں کا تعلق اپنے معبود حقیقی سے جوڑ کر ان میں عجزو نیاز،انابت وخشیت اورعبدیت وفنائیت کی صفات پیدا کرنا ہے۔ اور جہاد اورتعلیم وتبلیغ وغیرہ اس مقصد کے حصول کے ذرائع ووسائل ہیں۔ان دینی خدمات میں مشغولیت اگرچہ بڑی فضیلت کی بات ہے، یہ خدمات فرض کفایہ ہیں۔ اوربعض مواقع پر فرض عین بھی

ہوجاتی ہیں۔لیکن یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ وہ نفلی عبادات جن میں براہ راست بندہ اپنے مولا سے تعلق قائم کر کے اس کے سامنے اپنی بندگی اورعجز و نیاز کی پونجی پیش کرتا ہے۔ ان کی اہمیت اورمقصودیت میں فرق نہ واقع ہونے پائے ۔اور جب کبھی انسان کو مہلت ملے وہ ان عبادات کے ذریعے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کوغنیمت کبریٰ اوراپنا منتہائے مقصودقرار دے۔

حضرتِ فریدملت رحمہ اللہ اسی ذوق بندگی کے عالم ربانی تھے۔اور یہ حقیقت ہے کہ اس اہم اور بنیادی نکتے کوفراموش کر کے معارف دینی کے حقیقی فوائد وثمرات سے فیضیاب نہیں ہوا جاسکتا۔عبادت کی اصل روح تعلق مع اللہ اور انابت الی اللہ ہے۔ اہل اللہ کے یہاں جتنے مجاہدات، ریاضتیں اوراذکار واشغال کامعمول ہےان سب کاحاصل یہ ہے کہ مولا کی یاد دل میں بس جائے۔ اور دل کسی وقت اس کے دھیان سے خالی نہ رہے"دست بکار و دل بیار" کی اس کیفیت کا میرے جیسے ناقص کے لئے تو ادراک بھی مشکل ہے ،لیکن اس کیفیت کاعملی پیکر پروردہ نگاہ فرید کی صورت میں دیکھا جاسکتاہے ۔سینکڑوں طرح کی ہمہ وقتی مصروفیت کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلب کا رابطہ مسلسل اپنے مولاسے قائم ہے۔یہ کیفیت اصل میں تو نہاں خانہ قلب کی وہ خفیہ کیفیت ہے جسے عام حالات میں محسوس نہیں کیا جاسکتا،لیکن گاہے بگاہے اس کا اظہار بھی ہو جاتاہے۔حضرتِ فریدملت رحمہ اللہ خود بھی کشتہ عشق تھے اورانہوں نے اپنے پروردہ نگاہ کو بھی خالص پارس اورکشتہ عشق بنادیا۔تعلق مع اللہ کے لئے جومنہاج تربیت دیا ہے۔ وہ بہت اکسیر ہے ۔ماضی پر استغفار،حال پر صبر،شکراور مستقبل پر استعاذہ کی عادت ڈالنے سے انسان کا ہرلمحہ عبادت بن سکتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ ان چیزوں کی عادت ڈال لینے کے بعد ان اعمال صالحہ میں کوئی وقت صرف نہیں ہوتا بلکہ دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے بھی کوئی اضافی محنت یا وقت خرچ کئے بغیر انسان مسلسل ان عبادات میں مصروف رہ سکتا ہے۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی عملی زندگی نے ان چاروں عبادات کااحاطہ کیا ہوا تھا۔ذرا ذرا سی باتوں پر استغفار،شکر اور استعاذ ے کے کلمات ان کے ورد زبان رہتے تھے ،خاص طور پر جب ادائے شکر کی نوبت آتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے اللہ رب العزت کے انعامات کے تصور سے آپ پر بے خودی سی طاری ہوگئی ہو۔اور آپ کا پورا وجود عجز و نیاز کے ساتھ ادائے شکر میں مصروف ہو۔آپ رحمہ اللہ ناگوار واقعات میں بھی قابل شکر پہلوؤں کو یاد رکھتے بلکہ ان کے کثرت سے ذکر کے عادی تھے۔تکلیف دہ واقعات کی شکایت وشکوہ کرنا تو دستور ہی نہ تھا۔جب کبھی انہیں کسی معاملے میں تردد ہوتا اور یہ فیصلہ کرنے کا مرحلہ آتا کہ دو راستوں میں سے کون سا راستہ اختیار کیا جائے تو استخارہ کرتے اور چند لمحوں کے لئے آنکھیں بند کر کے گردوپیش سے بے خبر ہوجاتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ہدایت طلب کرتے ،اس کے بعد کوئی فیصلہ کرتے تھے۔اپنے پروردہ نگاہ سے مشورہ کرنا بھی حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا معمول تھا۔عبادات میں انہیں اس بات کا خاص اہتمام تھا کہ اپنی کسی عبادت کی وجہ سے دوسروں کو کوئی ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے خاص طور پر نفلی عبادات میں اس بات کا پورا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اس بات کا اہتمام فرماتے کہ گھر میں کسی دوسرے کی نیند خراب نہ ہو۔اپنے لختِ جگر کو تہجد کا عادی بنانے کے لئے حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا۔موسم کے مطابق گرم یا ٹھنڈا دودھ مصلے کے پاس رکھ دیتے۔

دعا و مناجات کا شوق

اللہ تعالیٰ نے علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کو اپنی نعمتِ خاص سے نوازا تھا ۔ اور ان کو دعا و مناجات کی وہ دولت اور نعمت عطا فرمائی جو ان کی قبولیت و ترقی کا اصل زینہ اور ہزاروں سعادتوں ونعمتوں کا ذریعہ اور سرچشمہ بنا۔ اور جس کی مثال صرف خاصانِ خدا ہی میں دیکھی جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر فضل خاص ہونے والا ہوتا ہے اور اللہ رب العزت کسی کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو کسی نہ کسی سبب

اور ذریعہ سے اس کے اندر بے کلی اور بے چینی و اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ ہزاروں سکون قربان اس بے چینی و اضطراب پر جو سب سے ہٹا کر مولا کے آستانے پر کھڑا کر دے۔ اور سب سے توڑ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑ دے۔ بزرگانِ سلف کے حالات میں آتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہوتی ہے اس کی زندگی میں بے چینی و اضطراب کا کوئی سبب و ذریعہ پیدا کر کے اس کو سب کے بیچ میں سے اٹھا کر اپنا بنا لیا۔ بہت سے بزرگوں کے حالات کی تبدیلی اور جذب و کشش کا ذریعہ ہی اضطراب بنا جس کو اکثر اربابِ روحانیت ''اختلاج'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اولادِ نرینہ کا خلا عجیب انداز میں محسوس ہوتا تھا۔ مقام ملتزم پر ایسے انداز میں دعا مانگی کہ کھوئی ہوئی مراد ''طاہر'' کی صورت میں عطا ہوگئی۔ بس کیا تھا جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ اور ساری کائنات کی راحتیں سمٹ کر آ گئیں۔ اسی جگر پارہ کو لائق و فائق اور خادم دین بنانے کے لئے اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دی۔ طاہر کی صورت میں دعا کا ایسا ذوق پیدا ہوا کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا سارا وجود اس سے سرشار ہو گیا۔ ادھر اختلاج شروع ہوا، ایک بے کلی اور بے چینی سی پیدا ہوئی، اپنی زندگی کا انجام، آئندہ کی فکر، خوش نصیبی اور اپنے پروردہ نگاہ کا ذوق وشوق دیکھ کر مست و بے خود ہو کر سربسجود ہو جاتے تھے۔ ہر وقت کی بے چینی اور اضطراب یہی تھا کہ فرزند دلبند کو ایک چمکتا دمکتا ماہتاب بنا دوں، پھر جب اس کی خداداد فطری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اِن کا جذبہ ولگن اور مولا سے لو لگانے کا انداز ملاحظہ فرماتے تو بچھے بچھے جاتے۔ دعا اور مناجات سے اس فرزند اسلام کو یوں نوازتے کہ انگ انگ روشن ہو جاتا۔

نالہ و بکا اور فریاد و دعا ہی دردوں کی دوا، روح کی غذا اور زخموں کا مرہم تھا۔ ایک اندرونی طاقت تھی جو ان کو ہر وقت دعا اور مناجات میں مشغول رکھتی، خود ہی بے خبر رکھتی، پھر خود ہی سکون عطا کرتی، خود ہی دل کو زخمی کرتی پھر اس پر مرہم رکھتی، خود ہی رلاتی، خود ہی آنسو پونچھتی، دعا کئے ہوئے، روتے ہوئے ذرا دیر گزرتی تو پھر پہلو میں چٹکی

لیتی اور زخمی دل کو جو ہرا تھا پھر ذرا سا چھیڑ دیتی ، پھر جب تک ملتزم کعبہ پر مانگی ہوئی نعمت اور مستجاب دعا کو سامنے بٹھا کر دل کھول کر دعائیں نہ دے لیتے اس وقت تک حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کے بے چین دل کو تسکین نہ ہوتی۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو اپنی دعا پر اعتماد اور رحمتِ الٰہی پر ناز بھی تھا، جگر پارہ کی محنت و ریاضت کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جاتیں ۔اور روز افزوں علمی و روحانی ترقی کو دیکھ کر دعا و مناجات باری میں مصروف ہو جایا کرتے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی مستجاب دعاؤں کا زندہ ثبوت آج شیخ الاسلام علامہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے ۔جب باپ یوں مخلص ہو کر دست بدعا ہوتا ہے تو کرم کی انتہا نہیں رہتی کیونکہ:

تیرا شیوہ کرم ہے اور میری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولا ! تیرے در کے فقیروں کی

دُعا و مناجات میں حضرت شیخ الاسلام کی گریہ اور چیخ و پکار یہ سب حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے فیضِ تربیت کا عکس جمیل ہے۔

حضرت فرید ملت اور منہج دعوت و تبلیغ

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی عملی زندگی کا بیشتر حصہ دین کی دعوت و تبلیغ سے متعلق تھا۔تبلیغ و دعوت کے اصولوں کے بارے میں ان کا ایک سوچا سمجھا نظریہ تھا۔حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے اِس پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے ۔دعوت و تذکیر کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔دعوت وتبلیغ کے بے اثر یا غیر مفید نظر آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دعوت کے پیغمبرانہ اسلوب کو چھوڑ دیا ہے۔پیغمبرانہ دعوت وتبلیغ کے چند اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔فکرِ امت　　　　۲۔اخلاص اور لگن

۳۔ مخاطب پر شفقت ۴۔ حکمت وبصیرت

۵۔ موعظہ حسنہ ۶۔ اخلاص وایثار

(۱) فکرِ امت

داعی دین کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس کو امت کی فکر ہونی چاہیے۔ کیوں کہ انبیاء کرامؑ کو اپنی امت کی اصلاح کی فکر اس قدر شدت کے ساتھ لگ جاتی ہے کہ وہ طبعی تقاضوں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی اس فکر میں گھلنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی کا سامان کیا جاتا۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ. (الکہف، ۱۸:۶)

''(اے حبیبِ مکرّم!) تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جانِ (عزیز بھی) گھلا دیں گے۔''

داعی دین کو اس پیغمبرانہ فکر کا کوئی حصہ نصیب ہونا چاہیے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے جن جن کو اس فکر کا جتنا حصہ ملا۔ اللہ رب العزت نے ان کی دعوت میں اتنی ہی برکت عطا فرمائی۔ اور اتنے ہی بہتر ثمرات پیدا فرمائے۔ جیسے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں سینکڑوں انسان بیک وقت تائب ہوتے تھے۔

(۲) اخلاص اور لگن

انبیاء کرام کی دعوت کا دوسرا اہم امتیاز یہ ہے کہ وہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر دعوت میں لگاتار مشغول رہتے ہیں۔ اور حوصلہ شکن اور کٹھن حالات میں بھی حق بات متواتر کہے چلے جاتے ہیں۔ اور جس موقع پر کسی شخص کو اچھی بات پہنچانے کا کوئی موقع مل جائے۔ وہ اسے غنیمت سمجھ کر حق بات پہنچا ہی دیتے ہیں۔ دعوت کی لگن کا حاصل یہ ہے کہ داعی حق بات پہنچانے کے مواقع کی تلاش میں رہے، جب جتنا موقع مل جائے اس سے

فائدہ اٹھائے۔ اور دعوت سے کسی مرحلے پر تھکنے یا اکتانے کا نام نہ لے۔لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کا داروغہ بن کر ان کے پیچھے بھی نہ پڑے، بلکہ اپنی بات مؤثر اور مدلل انداز میں کہہ کر فارغ ہو جائے،پھر جب دیکھے کہ اس پر عمل نہیں ہوا تو موقع دیکھ کر پھر کہہ دے لیکن نہ مسلط ہونے کا طریقہ اختیار کرے اور نہ مایوس ہوکر بیٹھے۔

(۳) مخاطب پر شفقت

پیغمبرانہ دعوت کا تیسرا اہم منہاج ''مخاطب پر شفقت ہے۔ انبیاء ورسلؑ کی دعوت کا داعیہ شفقت وملاطفت کے سواء کچھ نہیں ہوتا۔اپنی برتری جتلانے یا دوسرے کی تحقیر وتذلیل کاان کے یہاں شائبہ تک نہیں ہوتا ۔ داعی حق جن کو نصیحت کرتا ہے، اُن سے نفرت یا اُن کی حقارت اُس کے دل میں نہیں ہو تی' بلکہ اُس کا محرک شفقت ہی شفقت ہو تا ہے ۔جس طرح ایک طبیب کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی بیمار سے نفرت کرے اور جو حکیم و طبیب نفرت کا مرتکب ہو وہ کبھی کا میاب نہیں ہوسکتا ۔ اِسی طرح داعی حق کو بھی بدتر سے بدتر کا فریا فاسق وفاجر اور گنہ گار سے نفرت نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کے افعال و کردار سے نفرت کر کے اس پر رحم کھانا چاہیے اور اس کی دعوت میں اس رحم و ملاحمت و ملاطفت اور شفقت کی پوری جھلک محسوس ہونی چاہیے۔

(۴)حکمت وبصیرت

پیغمبرانہ دعوت کے منہاج کی چوتھی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی بات بڑی حکمت اور پوری بصیرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ موقع ومحل اور انداز دونوں کا بہرصورت لحاظ کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی بات زیادہ سے زیادہ مؤثر ہو سکے۔جب داعی حق کے دل میں جذبہ،لگن اورخلوص وللّٰہیت ہوتی ہے توپھر اللہ تعالیٰ اس کے قلب پرحکمت وبصیرت کا القاء کرتا ہے۔ اور اسے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون سی بات کہنے کے لئے کون سا موقع اورانداز مناسب ہو گا۔

(۵) موعظ حسنہ

پیغمبرانہ دعوت کے منہاج کا پانچواں اہم عنصر یہ ہے کہ وہ دعوت کے لئے اسلوب اندازِ بیاں ایسا اختیار کرتے ہیں جو نرمی، ہم دردی اور دل سوزی کا بھرپور آئینہ دار ہو۔

(۶) اخلاص و ایثار

دین کی خدمت مخلصانہ ہو۔ پیشہ وارانہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے وعظ و تبلیغ کو کبھی پیشے کے طور پر نہیں اپنایا۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

مذکورہ بالا دعوت کے اصولوں کو اگر حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کی ذات گرامی میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اندازِ دعوت و تبلیغ حتی الوسع انہی اصولوں کے مطابق ہوتا تھا۔ اور اپنے پروردہ نگاہ کی ساری تربیت بھی انہی اصولوں کے مطابق کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ساری کامیابیوں کی بنیادی نہج میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا خونِ جگر شامل ہے۔

فرقِ باطلہ کی تردید کا منہاج

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے تقریباً تمام باطل فرقوں کی تردید کی اور متعدد معرکے، مناظرے بھی کئے لیکن اس بارے میں ان کا مزاج یہ تھا کہ یہ تردید وتنقید اور تغلیط قرآنِ حکیم کی اصطلاح میں ''وَجَادِلهُم بالّتی هِیَ اَحسَن'' کی حدود سے متجاوز نہ ہو۔ باطل فرقوں کی تردید بھی درحقیقت دعوت و تبلیغ ہی کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا اس میں بھی حکمت، موعظہ حسنہ اور ''**مجادلہ بالتی ھی حسن**'' کے اصولوں پر عمل ضروری ہے۔ آج کل دوسروں کی تردید میں طعن و تشنیع، طنز و تعریض اور فقرے کسنے کا جو عام انداز

ہو گیا ہے حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ اس کے سخت مخالف تھے۔ کیوں کہ اس سے اپنے ہم خیال لوگوں سے داد تو وصول ہو جاتی ہے لیکن اس سے مخالفین کے دل میں عناد پیدا ہو جاتا ہے اور کسی کا ذہن بدلنے میں مدد نہیں ملتی۔

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں وہ دلائل پر اکتفا کرتے ہیں طعن وتشنیع سے کام نہیں لیتے، طعن و تشنیع کا انداز مفید کم اور مضر زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرامؑ ہمیشہ گالیوں اور طعنوں کے جواب میں پھول برساتے رہے۔ انہوں نے کبھی کسی کی سخت کلامی کا جواب بھی نہیں دیا۔ دعوت میں طنز کے تیر و نشتر چلانے یا فقرے کس کر چٹخارے لینے کا کوئی موقع محل نہیں۔ اس کام میں نفسانیت کو کچلنا پڑتا ہے۔ اور اس کے لئے دوسروں کی گالیاں کھا کر بھی دعائیں دینے کا حوصلہ چاہیے۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ خود بھی ساری زندگی اسی پیغمبرانہ منہاج پر کاربند رہے اور اپنے زیر تربیت جگر گوشہ کی بھی اسی نہج پر تربیت کی۔ خلاصہ یہ کہ مثبت دعوت و تبلیغ ہو یا کسی باطل نظریئے کی تردید، حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا مزاج دونوں میں یہ تھا کہ اپنے مؤقف پر مضبوطی سے قائم رہنے کے باوجود طعن و تشنیع اور دل آزار اسلوب بیان سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ اور اس کے بجائے ہم دردی، دل سوزی اور نرمی و شفقت و ملاطفت سے کام لے کر ذہنوں کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اس نرمی کا یہ مطلب نہیں کہ حق کو حق یا باطل کو باطل کہنے میں مداہنت سے کام لیا جائے، کیوں کہ کفر کو کفر تو کہنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ضروری اظہار کے بعد محض اپنی نفسانیت کی تسکین کے لئے فقرہ بازیاں اور الزام تراشیاں نہ کی جائیں۔ داعی الی اللہ کی مثال ریشم جیسی ہونی چاہیے۔ کہ اس کو چھو کر دیکھو تو اتنا نرم و ملائم کہ ہاتھوں کو حظ نصیب ہو لیکن اگر کوئی اسے توڑنا چاہے تو اتنا سخت کہ تیز دھار بھی اس پر پھسل کر رہ جائے۔

چنانچہ مباحثہ تحریری ہو یا زبانی حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ حق کے معاملے میں ادنیٰ لچک کے روادار نہیں تھے۔ لیکن بات کہنے کا طریقہ ہمیشہ ایسا ہوتا، جس سے عناد کے

بجائے دل سوزی، حق پرستی اور للّٰھیت و خلوص مترشح ہوتا تھا۔ پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ کے زمانہ طالب علمی کے مباحث اور مناظروں پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے مثلاً تقبیل ابہامین اور نور و بشر کے مسئلہ پر جس انداز میں تحریریں لکھی گئیں اور اپنے مؤقف کی وضاحت کی گئی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کس نہج پر اپنے زیر تربیت جگر گوشہ کی تربیت فرما رہے تھے۔ دوسرے نظریات کی تردید میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا ایک اصول یہ تھا کہ جس شخص یا گروہ پر تنقید کی جا رہی ہے۔ پہلے اس کے نظریات و افکار اور اس کے منشاء و مراد کی اچھی طرح تحقیق کر لی جائے اور اس کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ کی جائے جو اس نے نہیں کہی یا جو اس کی عبارات کے منشاء و مراد کے خلاف ہو۔ کاچھو پور لاہور میں سوال و جواب کا انداز دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے جگر گوشہ کی کس حکیمانہ انداز میں تربیت کی۔

دوسرا اصول یہ تھا کہ اپنا مؤقف بھی بغیر کسی افراط و تفریط کے بتا دیا جائے۔ اور کھل کر اظہار کر دیا جائے کہ صورت مسئلہ یہ ہے۔ عوامی خطیبوں کی طرح نہیں بلکہ محققانہ انداز میں متوازن و معقول مسلک پہلے بتا دیا جائے۔ تیسرا اصول یہ تھا کہ بحث و مناظرہ زبانی نہیں بلکہ پہلے اپنا اپنا مؤقف تحریری لکھوا لیا جائے۔ چوتھا اصول یہ تھا کہ مدعی کو اپنے مؤقف میں دلائل دینے چاہئیں اور پھر زیر بحث موضوع پر دلائل کا مطالبہ ہونا چاہیے نہ کہ دور از کار دیگر مباحث میں اُلجھنا چاہیے۔

آج کل بحث و مباحثہ اور مناظروں کی گرم بازاری میں احتیاط کے اس پہلو کی رعایت بہت کم کی جاتی ہے۔ اور دوسرے کی تردید کے جوش میں اس کی غلطی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس طرح بعض باتیں مخالف کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں جو اس نے نہیں کہی ہوتیں۔ یہ طرزِ عمل اول تو انصاف کے خلاف ہے، دوسرے اس سے تردید کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بسا اوقات اس کے نتیجے میں بحث و مباحثہ کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو افتراق و انتشار و خلفشار پر منتج

ھوتا ہے۔اس سلسلے میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردہ نگاہ کو اس زریں اصول کی تلقین فرمائی تھی۔ کہ یوں تو انسان کو اپنے ہر قول و فعل میں محتاط ہونا چاہیے لیکن خاص طور پر جب دوسروں پر تنقید کا موقع ہو تو ایک ایک لفظ سوچ سمجھ کر لکھا جائے۔ کیوں کہ اسے ثابت کرنا پڑتا ہے اور کوئی ایسا دعویٰ جزم کے ساتھ نہ کرو جسے شرعی اصولوں کے مطابق ثابت کرنے کے لئے کافی مواد موجود نہ ہو۔ پروردہ نگاہ کی تحریروں اور تقریروں میں احتیاط کا یہ پہلو جس قدر نمایاں ہے اور اس کے پیشِ نظر منہاج القرآن کے لٹریچر میں جو قیود و شرائط ملتی ہیں اس کی مثالیں دینا چاہوں تو ایک پوری کتاب بن جائے گی۔پروردہ نگاہِ فرید کی تنقیدی یا تردیدی تحریروں میں جو ہم دردی اور دل سوزی نظر آتی ہے۔ اس کا اصل سبب وہ للّٰہیت ، بے نفسی اور خدا ترسی ہے جو آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔اور اس کا لازمی ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ حق پسند طبیعتیں بات کو قبول کرتی ہیں اور اگر کوئی قبول بھی نہ کرے تو اس سے مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کا دروازہ نہیں کھلتا۔اگر آج مسلمانوں کے تمام گروہ اور جماعتیں اس طریق کار کو اپنا لیں تو امت کو افتراق و انتشار کے اس عذاب سے نجات مل جائے جو اس کی اجتماعی فلاح کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

اخلاق و عادات اور معاملات و معاشرت

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کے اخلاق و عادات اور معاملات و معاشرت کو کما حقہ، بیان کرنا خاصہ مشکل مرحلہ ہے، یہاں معاملات سے مراد صرف بیع و شراء وغیرہ کے مالی امور نہیں، بلکہ ہر وہ کام ہے جس میں انسان کو کسی دوسرے سے واسطہ پڑتا ہو حقوق العباد کی ادائیگی ،دوست دشمن کے ساتھ تعلقات کی نوعیت ،مخالفت و حمایت کی حدود ،مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں طرزِ عمل، نرمی و سختی کے مواقع ،مختلف حقوق و فرائض میں توازن اور ان کی حدود کی رعائت یہ تمام باتیں معاملات میں داخل ہیں۔اس وسیع مفہوم کے تحت خوش اخلاقی ،معاملات کی سلامتی اور ''معاشرت کی'' خوبی کہنے کو تو بہت مختصر اور آسان

الفاظ ہیں،لیکن جب انسان،فکر وبصیرت اورحکمت کے ساتھ ان الفاظ کے تقاضوں کوپورا کرنے کے لئے عام تعلقات میں داخل ہوتا ہے اور اس کے جزوی واقعات سامنے آکر متعارض تقاضے ابھرتے ہیں تو جگر خون اور پتہ پانی ہوتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے اس پہلو کی مشکلات کا اندازہ بھی اسی کو ہوسکتا ہے جس نے اس نقطہ نظر سے اپنی زندگی کو متوازن بنانے کی کوشش کی ہو، معاملات اور معاشرت کی درستی کے لئے نہ تنہا کوئی کتاب انسان کی مدد کرسکتی ہے ،نہ کوئی نظری فلسفہ معاون ہوسکتا ہے اس کا تو ظاہری اسباب میں ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ انسان عرصہ دراز تک کسی صاحبِ بصیرت کی صحبت میں رہ کر ان معاملات کی تربیت لے، صرف ایسے شیخ و مرشد کی صحبت میں جا بیٹھنا،اس کے ملفوظات ومواعظ سن لینا اور اس کے بتائے ہوئے اور ادواشغال پر عمل کرلینا بھی اس کے لئے کافی نہیں ، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان طرزِ معاشرت اور درستی معاملات کا انداز سیکھنے کی نیت سے اپنے مرشدو مربی کے طرزِ عمل کا بغور مشاہدہ کرے۔ اور خود اپنی زندگی کے معاملات اس کے سامنے پیش کرکے اس سے ہدایات حاصل کرے، تب جا کر اس معاملے میں ایسا مزاج و مذاق پیدا ہوتا ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی صحیح رہنمائی کر سکے۔اس حقیقت سے کسی بھی شخص کو انکار نہیں ہوسکتا کہ معاملات اور معاشرت دین کا اہم جز ہیں، چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی جو تربیت فرمائی اس میں عقائد ،عبادات اوراخلاق وغیرہ کے علاوہ معاملات و معاشرت کی مفصل تربیت بھی شامل ہے ۔تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اور اس کے بعد بھی خانقاہی نظام میں صرف اور ادواشغال کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی ، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں زیرِ تربیت افراد کی اس سلیقہ شعاری کا اہتمام ہوتا تھا۔لیکن پھر رفتہ رفتہ اس پہلو پر زور کم ہوتا گیا۔یہاں تک کہ لوگ دین کوصرف عبادات اورتصوف کوصرف اور ادواشغال میں منحصر سمجھنے لگے۔ اور اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ مرید کو ذکر وشغل کے چند مراحل طے کرانے اور مصنوعی ذرائع سے قلب ونظر میں کچھ کیفیات پیدا کرانے کے بعد خلافت دے دی جاتی ہے۔ خواہ اس کے معاملات کتنے فاسد، اخلاق کتنے خراب اور معاشرت کتنی مردم آزار ہو۔

حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ یادگارِ اسلاف تھے۔ اور انہوں نے اکابر شیوخ سے تربیت پائی تھی۔ پھر اپنے پروردہ نگاہ کی ایسے خطوط پر تربیت کی کہ تصوف وطریقت کو عملی قالب میں ڈھال دیا۔ آج تحریک منہاج القرآن کی صورت میں جو تجدید اور احیاء کا کام ہو رہا ہے اس کی بنیادی نہج میں حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ کا خون جگر شامل ہے۔ جو ہر شناس مربی و استاد اور باپ نے اپنے اس گوہر قابل کو ہر لحاظ سے جلا بخشنے کے لئے اس سے ہر طرح کے کام لئے۔ اور اپنی گوناں گوں مصروفیات میں سے ہر ایک میں انہیں باخبر رکھا، مسلمانوں کے اجتماعی مسائل ہوں یا مخالفین کے ساتھ برتاؤ، خدمتِ خلق سے متعلق معاملات ہوں یا علمی مسائل کی تحقیق۔ یا گھریلو معاملات ہوں یا رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ تعلق کے مسائل، حضرتِ فرید ملت رحمہ اللہ نے ان سب چیزوں میں آپ کو اپنے مشوروں میں شریک رکھا۔ جس کا اصل مقصد ان تمام معاملات کی تربیت تھی۔ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی نے معاشرتی معاملات، دوست دشمن کے ساتھ برتاؤ، نرمی وسختی کے مواقع اور ان جیسے دوسرے امور میں اپنے والدِ گرامی کے طرزِ فکر وعمل کا بغور مشاہدہ کر کے اس سے اپنی زندگی کے خدوخال کو متعین کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت فرید ملت کو ہر معاملے میں اعتدال، توازن اور رعایت حدود کی وہ دولت عطا فرمائی تھی۔ جو ان کی ایک ایک نقل وحرکت میں خوشبو کی طرح بسی ہوئی تھی جو آج پروردہ نگاہ کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے، اس کا ہم جیسے لوگوں کو ادراک ہی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ ہم اسے الفاظ کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکیمانہ اُسلوب

امر بالمعروف کی طرح نہی عن المنکر بھی اہم شرعی فریضہ ہے، لیکن اس فریضے کی ادائیگی بڑی حکمت و بصیرت اور خلوص وللّٰہیت چاہتی ہے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو، اس نازک فریضے کی ادائیگی میں توازن و اعتدال کی حدود پر قائم رہنا

بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت فریدِ ملت رحمہ اللہ کا جو طرزِ عمل سننے میں آیا ہے وہ نہایت ہی حکیمانہ اسلوب کا حامل ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے نزدیک نکیر یعنی ملامت ہمیشہ منکر یعنی بری یا نا جائز بات پر ہونی چاہیے۔ اور غیر منکر پر نکیر کرنا خود نکیر ہے۔ لہٰذا بعض لوگ جو مباحات پر یا محض آداب و مستحبات کے ترک پر نکیر کرنا شروع کر دیتے ہیں ان کا طرز عمل درست نہیں ہے، آداب و مستحبات کی تعلیم و تبلیغ تو کرنی چاہیے ان کی ترغیب بھی دینی چاہیے اگر کوئی شخص کسی مستحب کو چھوڑ دے تو اسے تنہائی میں نرمی سے متوجہ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن اس پر نکیر و ملامت کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

حضرت فرید رحمہ اللہ ملت کے نزدیک جو لوگ محض کسی مستحب کے ترک پر مجمع عام میں روک ٹوک یا ناراضی کا اظہار شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے طرزِ عمل میں عموماً دو غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک تو غیر منکر پر نکیر کرنا، دوسرے جس آدمی پر روک ٹوک کی جا رہی ہے اسے مجمع عام میں رسواء کرنے کا انداز اختیار کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے بسا اوقات اس تمام نکیر و ملامت کے پس پشت عجب و پندار اور نفسانیت بھی کارفرما ہوتی ہے جو ایک مستقل گناہ ہے۔

جو لوگ اس طرز عمل پر کاربند ہوتے ہیں عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ دین کے اہم معاملات سے ان کی نگاہیں اوجھل رہتی ہیں۔ آداب و مستحبات بڑے محبوب اعمال ہیں ان پر جتنا عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کو پیار و محبت سے ان کی ترغیب بھی دینی چاہیے، لیکن ان کے ترک پر نکیر و ملامت کا انداز اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت فریدِ ملت رحمہ اللہ اپنی اولاد، شاگردوں اور عام لوگوں میں سے کسی کو سختی کے ساتھ تنقید کی ضرورت فرماتے تو عام طور پر ایسی حالت میں انہیں نہیں ڈانٹتے تھے۔ جب خود طبعی طور پر غصہ آ رہا ہو، اس کے بجائے ایسے وقت کا انتظار کرتے تھے جب اپنے جذبات معتدل ہو جائیں، چنانچہ جب طبعی غصہ ٹھنڈا ہوتا اور طبیعت پر نشاط ہوتا تو

اس وقت اسے بلوا کر تنبیہ کیا کرتے۔ اور ضرورت ہوتی تو غصے کا اظہار بھی فرماتے لیکن یہ سب کچھ تادیب کے لئے ہوتا تھا۔وجہ یہ ہے کہ طبعی غصہ کی حالت میں تنبیہ کرتے ہوئے اعتدال پر قائم رہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور اس میں اس بات کا فوری خطرہ ہوتا ہے کہ تادیب کے بجائے طبعی جذبات گفت گو میں شامل ہو جائیں۔ اور جتنی سختی کی فی الواقعہ ضرورت ہے اس سے زیادہ سختی ہو جائے جو انصاف کے بھی خلاف ہو اور مقصد کے لئے بھی مضر ہے۔حضرت فریدِ ملت رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ جب کبھی اپنے کسی چھوٹے یا ماتحت پر غصہ کا اظہار فرماتے تو ضرورۃً اس پر سختی فرماتے تو کسی دوسرے وقت اس کی اس طرح دل داری بھی ضرور فرما دیتے تھے ۔جس سے دل شکنی کا اثر تو زائل ہوجائے، لیکن تادیب کا اثر زائل نہ ہو،کبھی اس کی کوئی مالی مدد فرما دیتے،کبھی اس کے کسی اچھے کام پر انعام دے دیا،کبھی مجمع عام میں اس کی کسی خوبی کی تعریف فرما دی،غرض کسی مناسب طریقے سے اس کی ہمت افزائی کا سامان بھی فرما دیتے تھے۔ اس تربیت کا عملی شاہکار خود پروردہ نگاہ فرید کا وجود ہے جن کی ایک ایک ادا اپنے عظیم والدِ گرامی رحمہ اللہ کا چلتا پھرتا نمونہ ہے۔ برائے اصلاح تنقید اور دلجوئی کے واقعات ”مجالس شیخ الاسلام“ میں ملاحظہ کیجئے۔

حمایت و مخالفت کے آداب

کسی آدمی یا گروہ کی حمایت و مخالفت میں جب نفسانیت شامل ہو جاتی ہے تو نہ حمایت اپنی حدود پر قائم رہتی ہے نہ مخالفت، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جس کی حمایت کرنی ہو اسے سراپا بے داغ اور جس کی مخالفت کرنی ہو اسے سراپا سیاہ ثابت کرنے سے کم پر بات نہیں ہوتی ۔آج کل حمایت و مخالفت میں اس قسم کے مظاہرے عام ہو چکے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص جس زمانے میں منظور نظر ہواتو اس کی ساری غلطیوں اور فروگذاشتوں پر پردہ ڈال کر اسے تعریف وتوصیف کے بانس پر چڑھادیا اور جب وہی شخص کسی وجہ سے زیرِ عتاب آ گیا تو اس کی ساری خوبیاں ملیا میٹ ہوگئیں ۔اور اس میں

ناقابل اصلاح کیڑے پڑ گئے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اس طرز فکر کے سخت مخالف تھے۔ان کے نزدیک یہ طریقہ حق و انصاف کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ اس حد سے گزری ہوئی حمایت ومخالفت کے نتیجے میں بسا اوقات انسان کو دنیا ہی میں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔دوسروں کی حمایت ومخالفت کے بارے میں حضرت فرید ملت رحمہ اللہ متوازن رائے کے حامل تھے۔ان کی نگاہ دشمنوں اور مخالفین میں بھی اچھائیوں کو تلاش کر لیتی تھی اور ان کی خوبیوں کے برملا اظہار میں بھی انہیں کبھی باک نہیں ہوتا تھا۔بعض اوقات جب عام فضا کسی مخصوص شخص یا مسلک وگروہ کے خلاف ہو جاتی ہے تو اس کے بارے میں الزام تراشی اور افواہ طرازی کو عموماً عیب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کے عیوب کی خبریں لانے میں لطف محسوس کیا جاتا ہے اور اس میں تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اس طرزِ عمل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ان کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی جہت سے برا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کی تمام جہات کو لازماً بُرا بنا دیا جائے۔پروردۂ نگاہِ فرید رحمہ اللہ کا مسلکی مزاج اور دینی رُخ اِسی اَمر کا عملی آئینہ دار ہے۔

وقت کی قدرشناسی

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا۔اور وہ ہر وقت اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے تھے۔اور حتی الامکان کوئی لمحہ فضول نہیں جانے دیتے تھے۔ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ آپ کے وقت کا کوئی حصہ ضائع چلا جائے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ سنت کے مطابق گھر والوں کے ساتھ ضروری اور بسا اوقات تفریحی گفت گو کے لئے بھی وقت نکالتے تھے،لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کے قلب میں کوئی الارم لگا ہوا ہے جو ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو کسی اور کام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔چنانچہ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔سفر ہو یا حضر آپ مطالعہ اور ذکر وفکر میں ہمہ تن

مصروف رہا کرتے تھے۔حضرت فریدملت رحمہ اللہ وقت کی وسعت کے لحاظ سے مختلف کاموں کی ایک ترتیب ہمیشہ ذہن میں رکھتے تھے ۔اورجتنا وقت ملتا اس کے لحاظ سے وہ کام کرلیتے تھے۔وقت کی قدر شناسی کا مزاج دیکھنا ہوتو پروردہ نگاہ فرید رحمہ اللہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔جو ہرشناس باپ نے آغاز ہی سے ایسا ڈھالا کہ اب سالوں کا کام مہینوں میں اورمہینوں کا کام ہفتوں میں اور ہفتوں کا کام دن میں برق رفتاری کے ساتھ ہو رہاہے۔یہ سب حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے فیضِ تربیت کا نتیجہ ہے کہ ہرلمحہ سے تجدید و احیائے کا کام لیا جا رہا ہے۔

سیاست اور علماء

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا مزاجِ طبعی طور پر سیاسی نہیں تھا۔اور نہ انہوں نے کبھی سیاست کو اپنا محور عملی بنایا۔لیکن سیاست بھی دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔اوراس شعبے میں مسلمانوں کی اجتماعی بہبود کی فکر اور رکھوالی ایک عالم دین اور داعی دین کے فرائض میں شامل ہے۔ اس لئے جب کبھی مسلمانوں کی کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہوئی تو آپ رحمہ اللہ نے اعلیٰ مقاصد کے تحت اس شعبے میں بھی خدمات انجام دیں۔تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کیا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ اور قائداعظم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عوام میں شعور پیدا کیا۔حضرت شیخ الاسلام حضرت پیر قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ کی قیادت اور رفاقت میں دورہ جات کئے اورنظریہ پاکستان پرروشنی ڈالی۔ جب قیام پاکستان کے لئے ملک گیرتحریک شروع ہوئی تو اس وقت آپ رحمہ اللہ کا عہدِ شباب تھا۔ اس لئے آپ رحمہ اللہ نے بھرپور اورسرگرم حصہ لیا۔حضرت فریدملت رحمہ اللہ کے روابط و تعلقات کی دنیا گوناں گوں متنوع اور وسیع تھی۔معالجہ جسمانی کے حصول کے لئے بڑے بڑے نامی گرامی سیاستدان آپ کے زیرعلاج رہتے تھے اور وہ آپ کے مفید مشوروں سے مستفید ہوتے رہتے تھے۔علماء کے لئے سیاست میں حصہ لینے کو اس غرض سے حضرت فرید ملت رحمہ اللہ بہتر سمجھتے تھے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو۔ اس سلسلہ میں دو باتوں پر

خصوصی توجہ دیتے تھے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تعلیمی اداروں کو سیاست سے بالکل الگ رکھا جائے، اداروں کے اساتذہ وطلباء کو ملک کے سیاسی حالات سے نظری طور پر واقف رہنا چاہیے لیکن عملی سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔اس کی وجوہات بہت سی ہیں۔ مثلاً سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ جب کوئی تعلیمی ادارہ خود یا اس کے اساتذہ وطلبہ عملی سیاست میں مشغول ہوجاتے ہیں تو وہ علمی انہماک مفقود ہوجاتا ہے جو تحصیل علم کے لئے ناگزیر ہے اور اس کی وجہ سے تعلیم وتعلم کا معیار گرجاتا ہے اور استعدادیں اور صلاحیتیں کمزور ہوجاتی ہیں۔علم یکسوئی چاہتا ہے اور سیاسی مشاغل کو یکسوئی سے بیر ہے۔

چنانچہ جولوگ زمانہ طالب علمی کے دوران عملی سیاست میں لگ جاتے ہیں عموماً ان کی استعداد ناقص رہ جاتی ہے۔یہاں تک کہ یہ عوامی مطالبہ محض ایک نعرے کی شکل میں نہیں بلکہ ایک ٹھوس اور مثبت پروگرام کی شکل میں اتنی قوت اختیار کرجائے کہ کسی بھی حکومت کو اس سے انحراف اور سرتابی کی جرات نہ ہو۔ اور دوسری طرف وہ دین دار سلیم الفکراور مخلص اور باکردار افراد کی ایسی ٹیم تیار کریں جو الیکشن میں حصہ لے کر حکومت کے ایوانوں تک پہنچے اور اس عوامی مطالبے کو زیر ہدایت عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ جس زمانے میں ''جمعیت علمائے پاکستان'' کی ذمہ داری شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ اور غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ امروہی کے پاس تھی اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریک عروج پر تھی۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ انہی کے دست و بازو تھے۔ اور اپنے معاصرین علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ، صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ آلومہاروی رحمہ اللہ اور دیگر اربابِ علم کو آپ کا انہیں پورا تعاون حاصل تھا۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اپنے معاصرین کو کھل کر اپنے نقطہ نظر سے آگاہ

کرتے تھے اور برملا فرمایا کرتے تھے کہ علماء کو نہ تو حکمرانوں سے اتنا قرب اختیار کرنا چاہیے، جس سے ان کے علمی وقار، استغناء اور خود داری پر آنچ آئے یا حق گوئی میں رکاوٹ پیدا ہو۔ اور نہ ایسا بُعد رکھنا چاہیے کہ وہ ذاتی یا سیاسی خصوصیت کی شکل اختیار کر جائے۔ بلکہ علماء کا منصب ایک ایسے آزاد، مستغنی مگر خیر خواہ ادارے کا ہونا چاہیے جو حکومت کے اچھے کاموں میں اس کے ساتھ تعاون بھی کرے اور اس کے غلط کاموں پر ہمدردی و خیر خواہی اور حکمت و دل سوزی کے ساتھ تنقید و احتساب کا فریضہ بھی انجام دے۔

برصغیر پاک و ہند کے دو سو سالہ عہدِ حکومت کے دوران چونکہ مخلص اور باضمیر مسلمان ہمیشہ انگریز حکومت سے بیزار اور آزادی ہند کے لئے کوشاں رہے۔ اس لئے مسلمانوں کے سیاسی مزاج میں دو سو سال تک حکومت کی مخالفت کا رُجحان غالب رہا۔ اور ہر اس فرد اور تحریک کو قبولیتِ عام حاصل ہوئی جو حکومت کی مخاصمت اور مخالفت میں برپا ہوئی ہو۔ یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم کے موقع پر حریت پسند مسلمانوں کو ہمدردیاں ہٹلر تک سے وابستہ ہو گئیں۔ اس لئے کہ اس کی طاقت و قوت اور فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ انگریز کی شوکت توڑنے اور اس کے جمے ہوئے اقتدار و تخت کو ڈھانے اور گرانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ شاید یہ اسی دو سو سالہ اُکھاڑ پچھاڑ اور سیاسی مزاج کے باقی ماندہ اثرات ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں بھی منفی انداز سیاست پروان چڑھی اور آزادی سے پہلے کی طرح اب بھی حکومت کی ہر مخالفت نہ صرف قابل تعریف بلکہ بذاتِ خود مقصد بن کر رہ گئی ہے۔ اور جو تحریک اور شخص حکومت کے مقابلے میں جتنے زور اور جتنے تشدد و جارحیت سے سامنے آتا ہے، عوام میں اُسے اتنی ہی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اس رُجحان اور طرزِ عمل کو حکمرانوں کے رویہ سے بھی تقویت ملی جو واقعتاً قابل مخالفت تھا۔ لیکن بہر صورت! واقعہ یہی ہوا کہ ہماری سیاست میں منفی اندازِ فکر ترقی کرتا چلا گیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آزادی کے بعد ہماری سیاسی حکمتِ عملی بھی

تبدیلی کی محتاج تھی۔ اب عہدِ غلامی کی طرح حکومت کی مخالفت بذاتِ خود مقصد نہیں بنی چاہیے تھی۔

بلکہ ہر موڑ اور ہر مرحلے پر ٹھنڈے دل و دماغ سے یہ سوچنے کی ضرورت تھی کہ ملک وقوم کے استحکام اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لئے کون سا طرزِ عمل مفید ہوگا؟ اس طرزِ فکر کے نتیجے میں جہاں بعض مواقع پر حکومت کے مقابلے میں ڈٹ جانا مفید ہوتا ہے وہاں بعض مواقع پر اس کی حوصلہ افزائی اور اس کے قریب پہنچنا بھی زیادہ سود مند ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ملکی سیاست میں کئی مراحل ایسے بھی آئے کہ جن میں حکومت سے سیاسی مخالفت ومخاصمت کی فضا پیدا کرنے کے بجائے اس کے ساتھ باوقار تعاون اور اسے دور دور سے برا کہنے کے بجائے قریب جا کر اصلاح کی فکر شاید ملک و ملت کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوتی۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ اسی مخلصانہ فکر کے حامل اور روا دار تھے۔ ان کی زندگی میں مقامی حکومت جھنگ کے ساتھ تعاون اور اس کی مخالفت دونوں کی متوازن مثالیں موجود ہیں۔

ملک پاکستان کے معروف سیاسی خاندانوں کے ساتھ حضرت فرید ملت کے روابط و تعلقات خالصتاً سیاسی نہ تھے ایک ہمدرد معالج اور طبیب کی حیثیت سے تھے۔ اور بعض کے ساتھ دوستانہ مراسم بھی تھے۔ سرگانے، وٹو، گیلانی، قریشی اور جبکہ کئی سرکردہ لوگوں کے ساتھ قربت تھی لیکن اس قربت دوستانہ کی بنیاد پر خلق خدا کے نفع و خیر خواہی کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے حکومت کے قُرب کو ایک توسہل نگاری یا عافیت کوشی کی بناء پر نہیں بلکہ دینی ضرورت کے تحت اختیار کیا ہوا تھا۔ چنانچہ جہاں ضرورت داعی ہو وہاں حق گوئی سے ادنیٰ باک نہ ہو۔ اور دوسری طرف اس قرب کو خالصتاً بوجہ اللہ اختیار

کیا جائے۔ اور اس میں ذاتی مفادات کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو، کیونکہ وہ دین پر دو اعتبار سے تباہی اور ایسے قرب سے بُعد ہزار درجہ بہتر ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے حکمرانوں کے ساتھ جو طرزِ عمل رہا وہ ان تمام حدود و شرائط کی رعایت سے عبارت تھا۔ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ نے کبھی کسی وڈیرے، سیاست دان اور حکمران کے سامنے مداہنت سے کام نہیں لیا۔ اور ضرورت کے مواقع پر سخت سے سخت بات کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کے بجائے ضرورت کے وقت حکومت سے تعاون اور اچھے کاموں میں اس کی حوصلہ افزائی میں بھی بخل کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا متعدد سرکردہ لوگوں سے قربت کا یہ عالم تھا کہ وہ علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ سے سیاسی رہنمائی بھی حاصل کرتے تھے۔ اور آپ ان کی مخلصانہ رہنمائی فرماتے رہے۔ ایک طرف آپ کے وقار و استغناء اور دوسری طرف للّٰھیت اور ہمدردی و دلسوزی کی وجہ سے ان سیاسی لوگوں پر یہ بات واضح رہی کہ آپ کو نہ خریدا جاسکتا ہے، نہ ضمیر کے خلاف کسی قول و فعل پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ کسی معاملے میں آپ رحمہ اللہ کی حمایت کو تملّق یا مخالفت کو عناد و عداوت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

حکمرانوں سے ملاقات یا اِن سے میل جول بڑھانے کی باقاعدہ کوشش کرنا آپ رحمہ اللہ کو بالطبع ناپسند تھا۔ بڑے بڑے لوگ آپ سے علاج معالجہ کی غرض سے آتے اور صحت یاب ہوکر واپس لوٹتے اور پھر ان کا یہ تعلق خاندانی قربت و جاہت میں بدل جاتا تھا۔ جہاں کہیں کوئی دینی اور ملی فائدہ مقصود ہوتا وہاں آپ رحمہ اللہ خود بھی بقدرِ ضرورت اپنی خدمت پیش کرتے اور ان سے ملاقات کرتے، لیکن جہاں ان ملاقاتوں سے کوئی دینی فائدہ متصور نہ ہوتا وہاں حتی المقدور تعلقات کو آگے بڑھانے سے پرہیز فرماتے۔ حکمرانوں سے اس استغناء کے اس انداز کے باوجود ہر حکومت کے ساتھ آپ رحمہ اللہ کا طرزِ عمل یہ رہا کہ آپ نے اس کی غلطیوں پر تنقید و احتساب کے ساتھ ساتھ اس کے صحیح اور اچھے

کاموں پر حوصلہ افزائی میں کبھی اپنی اناء کو آڑ نہ بننے دیا۔ ان کے اچھے کاموں کی کھلے دل سے تعریف کی اور جن بااثر شخصیات سے خیر کی توقع تھی ان سے ملاقاتیں کر کے ان سے ایسے کام کرائے جو ملک و ملت کے لئے مفید تھے۔

البتہ ان تعلقات میں اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھا کہ وہ کسی ذاتی مفاد کے حصول کے ذریعہ نہ بنیں۔ چنانچہ متعدد مواقع پر آپ رحمہ اللہ کو اعلیٰ سرکاری شخصیات کی طرف سے ذاتی مفاد کی پیش کش ہوئی لیکن آپ نے اسے خوبصورتی کے ساتھ رد فرمادیا۔ حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمہ اللہ کی اسی للھیت، اخلاص، سلامتی فکر کا ثمر تھا کہ سرکاری لوگ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آپ رحمہ اللہ سے کوئی ناجائز مطلب برآری کی جاسکتی ہے۔ صدر ایوب کے عہد میں تجدد کی جو تحریکیں سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھیں۔ اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی طرف سے اسلام کے خلاف جو مشق ستم ہوئی اس سے حضرت فریدالدین قادری رحمہ اللہ سخت نالاں تھے اور وقتاً فوقتاً اجتماعات کے مواقع پر ان کی مؤثر تردید فرماتے تھے۔ حضرت فریدالدین قادری رحمہ اللہ کے نزدیک اسلام کے نفاذ کے لئے جمہوریت کو زینہ بنانے کا تصور درست نہیں تھا۔ کیونکہ اول تو مغربی طرز کی جمہوریت بذاتِ خود اسلام کے خلاف ہے۔ دوسرے پہلے جمہوریت پھر اسلام کے سلوگن سے سب سے زیادہ نقصان اسلام کو پہنچتا ہے۔

حضرت فریدالدین قادری رحمہ اللہ تبدیلی اقتدار اور بحالی جمہوریت وغیرہ کی تحریکوں کے بجائے اس بات کے خواہاں رہے کہ کوئی مؤثر تحریک صرف اسلام کے نام پر چلائی جائے۔ اور اس میں اسلام کے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نام کو محض تبدیلی اقتدار کے حیلے اور بہانے کے طور پر استعمال نہ کیا جائے بلکہ اس کے اول و آخر مقصد نفاذِ اسلام اور نظامِ مصطفیٰ کی بالادستی ہو۔ اور وہ حکمرانوں اور سیاست دانوں کو اس عظیم مقصد کے لئے عملی اقدامات پر مجبور کردے۔ چنانچہ جب صدر ایوب کے آخری دورِ حکومت میں ان کے خلاف تحریک چلی تو حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو اس بات کا سخت قلق تھا کہ اس کا براہ

راست مقصد سوائے تبدیلی اقتدار کے کچھ نہیں ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ کی سوچی سمجھی رائے تھی کہ اس کے نتیجے میں شاید تبدیلی اقتدار تو عمل میں آ جائے لیکن بحالی جمہوریت کی جس منزل کا ملکی سیاست پر غلغلہ اور چرچا ہے، نہ وہ حاصل ہو سکے گا اور نہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی کوشش کا مرحلہ آ سکے گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آمرانہ اقتدار کا بت تو ٹوٹ گیا لیکن تبدیلی نظام نہ ہوسکی۔ کیونکہ اُس وقت ملک کی سیاسی فضا ایسی بن چکی تھی کہ تبدیلی اقتدار بذاتِ خود ایک مقدس مقصد بن گیا تھا اور تحریک کا رخ کسی مثبت مقصد کی طرف موڑنے میں علماء کامیاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا حضرت فرید ملت اپنے ہم عصر علمائے کرام سے اظہار خیال کیا کرتے تھے۔ وہ خطرہ یہ تھا کہ اقتدار تو تبدیل ہوگیا مگر نہ بحالی جمہوریت کی مزعومہ منزل حاصل ہوسکی اور نہ اسلامی نقطہ نظر سے کوئی بہتری پیدا ہوئی بلکہ ملک اپنی سالمیت اور استحکام کے لحاظ سے نہ صرف برسوں پیچھے چلا گیا بلکہ دو نیم اور دو ٹکڑے ہو کر رہا۔

طرزِ معاش و معیشت

حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کا طرزِ معیشت ہمیشہ صاف ستھرا اور سادہ رہا۔ طرزِ بود و باش میں ہمیشہ تواضع، سادگی اور اس میں صاف اور اجلا پن صاف جھلکتا تھا۔ آمدنی کے لحاظ سے آپ ایک خوشحال معالج و طبیب تھے۔ پریکٹس خوب چلتی تھی، ابتدائی زمانہ عسرت میں بھی بسر ہوا لیکن کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ آمد و خرچ دونوں میں اللہ تعالیٰ نے کشادگی سے نوازا تھا۔ حضرت فرید الدین قادری رحمہ اللہ تھوڑی آمدنی میں بھی کام چلانے کا گر جانتے تھے۔ بخل کی بجائے انتظام اور قناعت سے کام لیتے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر انسان اپنی آمدنی کو انتظام کے ساتھ خرچ کرے تو تھوڑی رقم میں کام بن جاتا ہے۔ اور بدنظمی سے کرے تو قارون کا خزانہ بھی تھوڑا ہو جائے۔ جس زمانے میں معاشی طور پر حضرت والا کا ہاتھ تنگ رہا اس دور میں بھی یہ بات اولاد پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ اولاد کی طرف ضروریات ہی نہیں، جائز شوق بھی پورے فرماتے تھے۔ لیکن

ساتھ ہی فضول خرچی سے اجتناب کی بھی عادت ڈالی۔ اور اس بات پر ہمیشہ نگاہ رکھتے تھے کہ دنیا طلبی ہی زندگی کا مقصد ہو کر نہ رہ جائے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معاشی پریشانی و بدحالی سے محفوظ رکھے لیکن بہت زیادہ مالدار بھی نہ بنائے کہ جس سے یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا بڑا ذوق تھا اور آپ رحمہ اللہ معارف خیر میں حصہ لینے کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے تھے جو کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے لیکن ضرورت مند ہیں اور اس قسم کے افراد کی ایک فہرست ہمیشہ نظر میں رکھتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے ذریعے کتنے انسانوں کی حاجت روائی ہوئی، اور کتنے مصارفِ خیر جاری ہوئے، نہ جانے کتنوں کو ماہانہ وظیفہ دیتے تھے، کتنے افراد کو کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرا کر معاشی ترقی کے راستے پر لگا دیا، کتنے افراد ایسے تھے کہ جن کا مفت علاج فرمایا کرتے تھے۔ اور کتنے افراد کی کسی دوسری طرح ضروریات پوری کرنے میں مدد دی۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے متعلقین اور رشتہ داروں میں خود جا کر ان کی ضروریات معلوم فرماتے اور پھر ان کی دادرسی فرماتے۔ اس معاملے میں قریب اور دور کی رشتہ داری کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا۔ دور دراز گاؤں میں کوئی دور پرے کا رشتہ دار، عزیز، دوست اور متعلق آباد ہے تو اس کے حالات سے بھی باخبر رہتے تھے۔

بازار میں جو بھکاری عام طور پر مانگتے پھرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا عجیب طرزِ عمل تھا۔ عام طور پر جو کوئی سائل آتا آپ رحمہ اللہ اسے کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر گاڑی میں ایک سائل آ دھمکا، آپ رحمہ اللہ نے اپنی جیب میں سے کچھ نکال کر اسے دے دیا ہمراہ ساتھیوں نے پوچھا: ڈاکٹر صاحب! اس قسم کا سائل عام طور پر مستحق تو نہیں ہوتا، ان کو دینا چاہیے یا نہیں؟ اس کا آپ رحمہ اللہ نے نہایت عجیب و غریب جواب دیا، فرمایا: یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ سوچو کہ اگر ہمیں

بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے استحقاق ہی کی بنیاد پر ملنے لگے تو ہمارا کیا حال ہو گا؟

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے اس جواب کو نقل کرتے ہوئے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں اور اندازہ کیجیے کہ اولیاء الرحمٰن کی نظریں کہاں پہنچتی ہیں۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے نزدیک محض بدگمانی اور بے یقینی کی بنا پر کسی سائل کو رد کر دینا اور جھڑک دینا ٹھیک نہیں۔ غرباء کی امداد کے علاوہ دوست احباب اور ہم عصر علماء و مشائخ کی خدمت کرنے کا آپ کو خاص ذوق تھا۔ جب کسی مسجد کی تعمیر کی خبر سنتے تو اس میں کچھ نہ کچھ حصہ لینے کی کوشش فرماتے، اپنے والدین کے لئے صدقات دیتے رہتے تھے۔

مجددانہ تربیت

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نام تو ایک فرد واحد کا ہے مگر حقیقت میں وہ فرد واحد نہ تھے بلکہ پوری انجمن تھے، جو اپنے جلو میں علم وفضل، ارشاد و تبلیغ، کردار و گفتار، عزم محکم اور جہد مسلسل کی ایک دنیا آباد کئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ پیدا تو ''جھنگ'' میں ہوئے مگر ان کے فیض کا بادل پوری دنیا پر برس رہا ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ درسگاہ علم وفن کے فیض بخش مدرس تھے، خطابت کے رمز آشنا، تکلّموا النّاس علی قدر عقولھم کے مصداق، بے بدل خطیب تھے، میدان بحث و مناظرہ کے برق رفتار شاہسوار تھے، قوم و ملت کے بے ریا مصلح اور نقیب تھے، روحانیت کے روشن ضمیر مربی و مرشد اور انقلاب آفریں مفکر بھی تھے، محفل شعر و ادب کے مسند نشین بھی تھے تو یاران نکتہ داں کے میر مجلس بھی، حق کے لئے شبنم کے قطروں کی مانند حساس و نرم بھی تھے تو باطل کے لئے آتش فشاں پہاڑ بھی، ایثار و قربانی کے پیکر جمیل بھی تھے تو ناقابل تسخیر جرأت و ہمت کے حامل بھی تھے۔ غرض حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی ایک زندگی میں کئی زندگیاں جمع ہو گئی تھیں۔ گویا کہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردۂ نگاہ کو متقدمین کا تصوف جو جلائے باطن اور صفائے باطن سے عبارت ہے، گھول کر پلا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پروردہ نگاہ کی ذوق

چشیدگی کے جہان میں آفاقیت، وسعت، ہمہ گیریت اور ہمہ جہت تصوف وسلوک کا نور دکھائی دیتا ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی بے قرار روح نے اپنے پروردۂ کی تربیت کا منہاج تجدید واحیائی شان کے ساتھ اٹھایا۔ پروردۂ نگاہ کی زبان پر جو استدلال بولتا ہے یہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی قادر الکلامی، جاذبیت اور علمی دسترس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی تربیت کا اثر تھا کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے زمانہ طالب علمی کے باوجود حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ، غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ، علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ، علامہ محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ جیسے صاحبان علم وفضل اور رموز آشنا بزرگوں کی زبان پر کلمات تحسین ہوتے۔ وہ آپ کے علم وبصیرت وفضیلت کے حد درجہ قدردان تھے۔ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے پروردۂ کو مذہبی اسٹیج کی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے اپنی خطابت کا اسلوب پروردۂ کی صورت میں فراہم کیا ہے۔ قدرت نے انہیں فہم کا ملکہ راسخہ ودیعت فرمایا تھا کہ باریک سے باریک مفہوم کو سامعین کے قلوب میں اتار دیتے تھے۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی خطابت میں موجوں کا تلاطم، آبشار کی روانی، شیر کی گھن گرج، بلبل کی چہچہاہٹ، علم وفن کی روانی، فکر و بصیرت کا ٹھہراؤ، معنی آفرینی کا کمال اور الفاظ کا حسن انتخاب دیکھنا ہو تو مجدد عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے اسلوب خطابت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لفظ ومعنی کا حسین ربط قائم رکھنا اور برپا کرنا حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے خطابتی اسلوب کا ایسا نقطہ امتیاز ہے کہ جو پروردۂ نگاہ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے اور ہر لفظ عجائبات کی دنیا لئے ہوئے ہے۔

حضرت فریدِ ملت اور شیخ الاسلام کے مابین روحانی ہم آہنگی

تعلیم وتعلّم ہو یا معرفت وسلوک دونوں صورتوں میں کسی مرشد یا استاد سے اخذ واکتساب اور استفادہ کے درج ذیل دو طریقے ہیں:

۱۔ ایک طریقہ تو یہی ہے جو عام طور پر رائج اور متداول ہے کہ مربی و مرشد کے بتلائے ہوئے مجاہدات اور اوراد و اشغال پر عمل کرتا رہے، یا استاد سے کتابیں پڑھے اس کی تقریروں کو ذہن نشین اور یاد کرلے، اس طریق میں مرشد یا استاد کی معیت کا زمانہ جس قدر دراز ہوگا اسی قدر اخذ و استفادہ زیادہ ہوگا، ائمہ محدثین کی اصطلاح میں اس طول معیت کو طول ملازمت و مصاحبت کہتے ہیں۔ اور صحت حدیث میں ضبط و اتقان کے بعد اس کا دوسرا مرتبہ ہے۔ واضح بات ہے کہ اخذ و استفادہ کے اس طریق میں مدار صرف جسمانی افعال و اعمال یعنی پڑھنے پڑھانے، یاد کرنے کرانے یا اعمال و اشغال جاری رکھنے پر ہوتا ہے اس لئے جس قدر اس کا زمانہ دراز ہوگا اسی قدر معلومات و معمولات کا ذخیرہ زیادہ ہوگا۔

۲۔ اخذ و استفادہ کا دوسرا طریق مرشد یا استاد سے قلبی عقیدت اور روحانی محبت اور اسی والہانہ عقیدت و محبت کی بنیاد پر مبنی روحانی اتحاد ہوتا ہے۔ اگر یہ محبت طرفین سے ہو یعنی جیسی محبت مرشد سے مرید کو ہو یا استاد سے شاگرد کو ہو ویسی ہی محبت مرشد کو اپنے مرید سے یا استاد کو اپنے شاگرد سے ہو تو یہ محبت و پیار جس قدر قوی ہوگا اسی قدر روحانی اتحاد قوی ہوگا۔ اس محبت کے اسباب میں سے اہم ترین سبب خدمت مرشد و استاد ہے۔ مگر وہی عاشقانہ اور والہانہ خدمت جس میں سراسر لذت و سرور ہو، تعب اور گرانی کا نام تک نہ ہو۔ یہ خدمت وہ قوی تر موثر ہے جو مرشد و استاد و مربی کو محبت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی والہانہ محبت اور عاشقانہ خدمت روحانی اتحاد کے لئے یا روحانی انصباغ کے مرتبہ پر پہنچ کر زیر تربیت تلمیذ و مرید میں ایک ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے سوچنے سمجھنے، مشکلات کو حل کرنے کا انداز اور عقدہ کشائی کے طریقے مرشد و استاد کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ مرشد و مربی اور استاد سے کتب پڑھی ہوں یا ان کی زبان سے تقریریں سنی ہوں، چنانچہ تلمیذ بغیر استاد کی ظاہری وساطت کے وہی کچھ سوچتا، سمجھتا اور کہتا ہے جو مربی اور استاد نے دوسروں کو فرمایا یا بتلایا ہوتا ہے، اگرچہ اس تلمیذ

نے براہِ راست استاد سے وہ نہ پڑھا ہو نہ سنا ہو، اخذ و استفادہ کا یہ طریق انتہائی قوی اور سریع الحصول ہوتا ہے ۔نہ کسی خاص کتاب کو استاد و مربی سے پڑھنے کی یا کسی تحقیق کو استاد و مربی کی زبان سے سننے کی ضرورت باقی رہتی ہے،نہ کسی مخصوص مدت اور وقت کی، برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام ہفتوں میں اور ہفتوں کا کام دنوں میں ہوجاتا ہے، گویا تلمیذ استاد کی زبان یا ترجمان بن جاتا ہے۔

اخذ و استفادہ کے اس طریق میں طالب کی فطری ذہانت و ذکاوت،اخّاذ طبیعت دقیقہ شناسی ،نکتہ رسی،سرعت فہم اور حافظہ کی قوت بے حد معین اور اتحاد روحانی یا انصباغ روحانی کے لئے بے حد مدد گار ہوتے ہیں۔ یہ فطری خوبیاں اور صلاحیتیں سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہیں اور روحانی اتحاد منتہائے کمال پر پہنچ جاتا ہے۔

من توشدم تو من شدی من تن شدم توجاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ بحیثیت باپ ،استاد،مربی اور حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بحیثیت ایک بیٹے،شاگرد کے ربط وتعلق پر غور وفکر کیا جائے تو مذکورہ بالا دونوں طریق اخذ و استفادہ کی فہم عقل میں آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پروردہ فرید ملت کو روشن مستقبل کے لئے خود ہی تیار کر رہا تھا،اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے فطری ذہانت وذکاوت اور خرقِ عادت کے مرتبہ میں اخّاذ طبیعت ،علوم وفنون اور دقائق و حقائق کے سمجھنے اور پرکھنے کی استعداد واہلیت، گہرائیوں میں اتر جانے والی دقیق نظر ،غضب کے حافظہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ بالفاظ دیگر حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تیاری کے لئے قدرت نے حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو دقیق وعمیق علوم و معارف سے نوازا تھا ۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے علوم و معارف جو ارضِ ہند اور عرب ممالک کے شیوخ سے کسب کئے تھے وہ مستقبل کی قیادت کے لئے ہی حاصل کئے تھے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے کوئی کتاب کسی استاد کے پاس جا کر پڑھی اور کوئی کتاب کسی کے پاس،غرض

مختلف مقامات سے جو علمی و روحانی فیض حاصل کیا وہ بلا شرکت غیرے اپنے جگر گوشہ کو منتقل کر دیا، پروردہ نگاہ فرید کی علوم و معارف اور حقائق و دقائق کی تشنہ اور بے قرار روح نے اپنے باپ اور استاد کے تمام تر علوم و معارف حقائق و دقائق اور اسرار و رموز کو اس طرح اپنے اندر جذب کر لیا جیسے ریگ زار زمین موسلا دھار بارش کے ایک ایک قطرہ کو پی جاتی ہے۔قوتِ حافظہ اور یادداشت کا یہ عالم ہے کہ جو بات بھی جس زمانہ میں، جس مقام اور جس وقت فرمائی، برس ہا برس گزر جانے کے بعد زمانہ، مقام اور وقت کی تعیین کے ساتھ لوحِ ذہن پر نقش کا لحجر ہے۔غایت محبت کی وجہ سے نہ صرف وہ بات بلکہ اپنے محبوب استاد اور ابا جان کا اندازِ تکلم لب و لہجہ اور درس و خطابت کا اُسلوب بعینہٖ اسی طرح یاد ہے۔حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کو سننے والے اور جاننے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ پروردہ نگاہ فرید اپنے عظیم ابا جان کا پرتو کامل ہیں۔جگر گوشہ نے اپنے استاد سے اخذ و استفادہ دونوں طریق پر کیا ہے۔ اور دوسرے طریق میں بھی کمال حاصل ہے۔لہٰذا روحانی اتحاد اور روحانی انصباغ کے منتہائے کمال پر پہنچ کر آخذ و ماخوذ منہ کے ادراکی قوی اور سوچنے سمجھنے کے طریقے بالکل ایک ہو جاتے ہیں۔اس لئے حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے تمام تلامذہ و مستفیدین میں ان کے علوم و معارف کے حامل صرف حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شام اور حرمین شریفین کے اکابر شیوخ کے کلام کا ایجاز، ایما بلکہ اغلاق بھی آپ کے لئے مانع نہیں ہوا۔بلکہ آپ نے ان کے مؤجز مختصر قسم کے کلام کو اپنی عبقریت کے ذریعہ پوری وضاحت و تفصیل کے ساتھ اخذ کر کے اس کو مزید قابل فہم بنا کر پیش کیا ہے۔

احقر خاکسار یہ کہنے پر مجبور ہے کہ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو قدرت نے حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کے علوم و معارف اور طرز کلام کو محفوظ رکھنے کے لئے بلکہ ان کے موجز و معجز تحقیقات کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کر کے علماء و طلباء کے لئے آسان اور قابل استفادہ بنانے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور یہی بڑی

رمزیت و خصوصیت اور سعادت اور حسن عمل ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے علوم و معارف کا صحیح جانشین ہو۔

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی ایک خاص رمزیت اور کمال تلخیص تھا۔چوٹی کے مصنفین و محققین کے کئی صفحات پر پھیلے ہوئے مباحث کو کا خلاصہ چند جملوں میں اس خوبی کے ساتھ اپنے پروردہ نگاہ کو ذہن نشین کروادیا جیسے ''ماہر دواساز'' عرق کشید کرتے ہیں۔یا ''عطرساز'' 'روح'' کشید کرتے ہیں یا آج کل ماہرین ہر چیز کا جوہر نکالتے ہیں، حجم نہایت مختصر تاثیر اور کارکردگی بے حد قوی، حضرت فرید ملت رحمہ اللہ عملاً طبابت و حکمت سے وابستہ تھے اور یہ گر انہوں نے اپنے اسی فن سے سیکھا تھا لہٰذا اسے انہوں نے خوب برتا اور اپنے علم و فضل کا جوہر ''طاہر'' کی صورت میں قوم کو تحفہ دیا۔ ہر باب اور شعبے میں آپ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کا مثنی ہیں۔ اس لئے کہ عظیم والد کے علوم و معارف آپ میں منعکس ہو گئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے معاصرین پر تفوق حاصل ہے۔ یہ سب آپ کے والدِ گرامی رحمہ اللہ کی صحبت اور فیضان نظر کا کرشمہ ہے۔

عارفین کا کہنا ہے کہ ہر عارف کو اس کے علوم و معارف کی ترجمانی کے لئے ایک لسان عطا کی جاتی ہے۔جیسا کہ حضرت شمس تبریز رحمہ اللہ کی لسان مولانا رومی رحمہ اللہ تھے ۔بلا شبہ موجودہ دور میں اپنے مرشد حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری رحمہ اللہ اور استاد کی لسان حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں۔جو علوم و معارف شیخ و استاد کے قلب پر وارد ہوئے تھے انہیں آپ کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں۔

سفرِ آخرت

(صبغت اللہ قادری)

یہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ جمعۃ الوداع کا روز تھا۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کچہری روڈ جھنگ کی ایک مسجد ڈاکٹر کفیل میں تہجد کے موضوع پر جمعہ کا خطاب فرما رہے تھے۔ ''آخر شب اُٹھنے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔'' تقریر نہایت ہی پرتاثیر اور درد وسوز میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہر شخص کی آنکھ اشکبار تھی۔ گورنمنٹ غزالی کالج کے پرنسپل محترم گوہر صدیقی اور وائس پرنسپل محترم الطاف حسین حاضرین میں موجود تھے۔ ان کی روایت کے مطابق یہ ایک منفرد تقریر تھی۔ تقریر کا ایک ایک لفظ رُوح کے تاروں کو چھیڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ تقریر کے بعد ہر خاص و عام سے ملاقات کرنے کے بعد گھر تشریف لائے۔ شام کو افطاری کے بعد پہلی مرتبہ خفیف سا درد دِل محسوس ہوا اور کچھ وقت کے لئے نڈھال ہوئے لیکن سنبھل گئے۔ دوسرا دورہ اتوار کو ساڑھے گیارہ بجے دوپہر ہوا۔ یہ دورہ پہلے دورہ سے زیادہ شدید تھا۔ اس میں بھی سنبھل گئے۔

۲۷ویں رمضان المبارک (۱۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء) کی رات تھی۔ قریب ہی مسجد پرانی عید گاہ میں ختم قرآن تھا۔ نماز تراویح کی ۱۷ویں رکعت تھی، اطلاع ملی کہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ کو دل کا دورہ ہوا ہے۔ یہ دورہ انتہائی درجہ سخت تھا۔ اسی وقت جھنگ کے ایم ایس ڈاکٹر محمد احسن صاحب کو بلایا گیا اور باقاعدہ علاج شروع ہوا۔ جمعۃ المبارک کو عید الفطر ہوئی۔ طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ ۲۰، اکتوبر کو آپ کو سول ہسپتال جھنگ داخل کر دیا گیا۔ آپ کی عیادت کے لئے ہسپتال میں لوگوں کا تنا تا بندھا رہتا تھا۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری چارپائی پر بیٹھے ان کا دایا بازو ہاتھ میں لئے کلمہ شہادت کا ورد کر رہے تھے۔ کیونکہ اس سے ایک روز قبل قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اس مرض کو ''مرض الموت'' سے تعبیر کر دیا تھا۔ اس دوران اپنے عظیم فرزند

سے بارہا خلوت میں فرمایا: بیٹا خوش قسمت ہو کہ تمہیں آخری بار اپنے والد کی خدمت کا موقع نصیب ہوگیا ہے۔ اس موقع کو غنیمت جانو پھر تمام عمر یہ وقت نہیں ملے گا۔ بیٹا جو لمحات اب میرے پاس گزار رہے ہو یہ غنیمت ہیں۔ ایسے مواقع خوش نصیبوں ہی کو حاصل ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے کو چند وصیتیں بھی کیں جو درج ذیل ہیں:

وصیت

۱۔ میری قبر اپنی والدہ کی قبر کے ساتھ ہی بنانا۔

۲۔ میری تکفین میرے انہی احراموں میں کرنا جن میں میں حج کیا کرتا تھا۔

۳۔ جنازہ بذات خود پڑھانا کسی دوسرے سے نہیں۔

۴۔ تمام قرض خواہوں (نام لکھوا کر) کا قرضہ میری حیات ہی میں ادا کر دو تا کہ ذہن اور روح پر کوئی بوجھ نہ رہے۔ (تمام وصیتوں کے مطابق عمل کیا گیا)

اس کے علاوہ فرمایا کہ یہ بیماری عام نہیں کہ علاج سے شفایابی ہو سکے۔ میری اَجل آ چکی ہے۔ اب علاج کارگر ثابت نہیں ہوسکتا۔ بیٹا میں اَجل سے گریزاں نہیں ہوں ،صرف تمہارے مستقبل کی فکر لاحق ہے۔اس دوران طبیعت میں نشیب وفراز آتے رہے۔ محبوب بیٹے سے راز و نیاز چلتے رہے۔اور ۲ نومبر ۱۹۷۴ء بمطابق ۱۶ شوال ۱۳۹۵ ھ بروز ہفتہ صبح پونے آٹھ بجے چراغ زندگی ٹمٹمایا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ بدلے تو بدل گئی دنیا اب تو اپنا بھی اعتبار نہیں
کیسے بھولے گا تیرا وقت سفر تا اَبد مجھ کو اب قرار نہیں

وقت آخر زباں پر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْن کا ورد تھا۔ اس سے قبل تمام رات

پُرسکون گزری تھی۔صبح صرف ۱۰ منٹ کے لئے طبیعت میں اضطراب پیدا ہوا تھا۔

انتقال کے بعد ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال سے گھر لائے گئے۔ اور شام ساڑھے چار بجے نمازِ عصر کے بعد جھنگ صدر کی قدیمی جنازہ گاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی ۔ جو وصیت کے مطابق حضرت شیخ الاسلام نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد جونہی کپڑا چہرے سے ہٹایا اللہ اکبر، عجب ایمان افروز منظر تھا۔ چہرے پر بے پایاں خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ لبوں پر مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ چہرے پر بے اندازہ رونق اور تبسم دیکھ کر حضرت شیخ الاسلام کے ایک دوست محترم شیخ ظفر صاحب بے ساختہ مبارک دینے لگے۔

نشانِ مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

(میں تجھے مرد مومن کی علامت بتاتا ہوں۔ جب وہ وفات پاتے ہیں تو ان کے ہونٹوں پر تبسم کھیلتا ہے۔)

اس موقع پر زیارت کے بعد ہر شخص سبحان اللہ کہہ رہا تھا۔ ہر زائر مسرور تھا اور کسی جانب سے یہ آواز بھی آئی:

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ (الفجر، ۸۹: ۲۷-۳۰)

’’اے اطمینان پا جانے والے نفس ○ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) ○ پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا ○ اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا ○‘‘

ہر شخص کہہ رہا تھا کہ تمام عمر ایسا منظر نہیں دیکھا۔ سکون و اطمینان کا یہ نظارہ اپنی مثال آپ تھا۔ آخر جسم اقدس اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ سپردِ خدا کر دیا۔

مرگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست
ترکِ عالم اختیارِ کوئے دوست

ایک خواب

انتقال کے دسویں روز ۱۱ نومبر کو قبلہ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے والد محترم کی طرف سے روزہ رکھا۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں: کیونکہ والد صاحب قبلہ کے آخری ۵ روزے بوجہ علالت رہ گئے تھے۔ خواب میں قبلہ والد صاحب کی زیارت ہوئی۔ دیکھتے ہیں کہ ایک کھلا میدان ہے یہاں کئی لوگ آرہے ہیں اور کئی جا رہے ہیں۔ ہر شخص کے پاس اپنی ایک ایک چادر ہے۔ والد صاحب قبلہ ایک چارپائی پر آرام فرما ہیں۔ خوبصورت رنگین بستر بچھا ہوا ہے میں پہلی نظر پڑتے ہی سوال کرتا ہوں۔

۱۔ ابا جان نکیرین جب سوال کے لئے آئے تو کیا ہوا؟ آپ رحمہ اللہ مسکرا کر فرماتے ہیں بیٹا جب نکیرین سوال و جواب کے لئے قبر میں آئے تو نماز ادا کر رہا تھا۔ کونسی نماز؟ (میں نے پوچھا) فرمایا عصر کی نماز پڑھ رہا تھا تو نکیرین مجھے حالت نماز میں دیکھ کر واپس چلے گئے اور لوٹ کر اب تک واپس نہیں آئے۔

۲۔ میں نے دوسرا سوال کیا، ابا جان نمازِ جنازہ ادا ہو جانے کے بعد آپ کیوں مسکرا رہے تھے؟ فرمانے لگے: میری روح لوٹ آئی تھی اور میں اس وقت زندہ تھا۔

۳۔ ابا جان آپ اتنے دن ہم سے کیوں نہیں ملے؟ فرمانے لگے: مجھے مختلف مناظر اور مقامات دکھائے جا رہے تھے میں انہیں دیکھنے میں مصروف تھا اور جب جنازہ کے بعد تم لوگوں نے مجھے مسکراتے دیکھا اس وقت بھی دراصل میں ایک نظارہ دیکھ رہا تھا اسی وجہ سے میرے چہرے پر خوشی اور مسکراہٹ تھی۔ بس اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔

۴۔ محمد اقبال منہاس جو بہت عرصہ ریلوے میں مجسٹریٹ رہے۔ اب ریٹائر ہو چکے ہیں ان کے حضرت فرید ملت کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے، کشف قبور کے عامل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے وصال پر تعزیت کے لئے آئے اور وہاں پر موجود ہزاروں افراد کی موجودگی میں جن برزخی حالات کا وہ حضرت فرید ملت رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر مشاہدہ کر چکے تھے۔ وہ مشاہدات انہوں نے رو رو کر بیان کرتے ہوئے کہا ''میں نے ایک بہت ہی وسیع و عریض اور عالیشان میدان دیکھا ہے جس میں حد نگاہ تک درخت ہی درخت ہیں۔ اور ڈاکٹر فرید الدین رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اعلیٰ مدارج اور بلند مقامات عطا کر رکھے ہیں جو جلیل القدر اولیاء اللہ عظیم المرتبت فقراء اور بڑے بڑے عشاق کو نصیب ہوتے ہیں۔''

حضرت شیخ الاسلام کی اہلیہ محترمہ اختناق الرحم کی مرض میں مبتلا ہوگئیں۔ گھر کا سارا سکون برباد ہوگیا۔ چھ سات ماہ تک مسلسل ہر قسم کا ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک اور حکیموں کا بہترین سے بہترین علاج کروانے کے باوجود صحت یاب نہ ہوئیں۔ بڑی پریشانی لاحق ہوگئی۔ فکر و اندوہ کے اسی عالم میں ایک شب خواب میں حضرت فرید ملت رحمہ اللہ نے اپنے زاہد شیخ الاسلام کو شرف زیارت بخشا اور خواب ہی میں انہیں اپنے قلمی مخطوطہ موسوم بہ ''تفرید الفرید'' جو گھر میں موجود تھا، لانے کے لئے کہا۔ اور اس کے خاص صفحات پر تحریر شدہ نسخہ استعمال کرانے کی ہدایت فرمائی اور باقی تمام ادویات ترک کر دینے کا حکم دیا۔ اس نسخہ کے استعمال سے دو تین ماہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترمہ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئیں۔ آج طویل عرصہ بیت جانے کے باوجود دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔ وہ نسخہ جب حکیم مہر محمد شفیق افضل جو کہ جھنگ کے معروف اور کامیاب معالج تھے کو دکھایا گیا تو یہ واقعہ سن کر اور نسخہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ اور کہا کہ اس مرض میں یہ نسخہ اپنی تخلیق کا شاہکار ہے انہوں نے آئندہ اس مرض کے تمام مریضوں کو یہی نسخہ استعمال کرانا شروع کر دیا۔

اسی طرح حضرت شیخ الاسلام کی ہمشیرہ محترمہ مسرت جبیں کا دماغی توازن مختل

ہوگیا۔ گھر میں ڈاکٹر محمد احسن ایم ایس جھنگ کے زیر علاج رہیں۔ دیگر ڈاکٹروں اور معالجین سے بھرپور علاج کروایا، تمام ڈاکٹروں نے مرض کو لاعلاج قرار دیا۔ لاہور کے دماغی امراض کے ہسپتال سے بھی علاج کروایا، مگر کوئی افاقہ نہ ہوا، ساری رات اسے پکڑ کر گذارتے، وہ چیختیں اور اُٹھ اُٹھ کر بھاگتیں، موصوفہ مسلسل ایک سال ناقابل بیان کرب و اذیت میں مبتلا رہیں۔ ان کی اس مرض نے گھر کا سکون برباد کر دیا۔ جب پریشانی انتہاء کو پہنچ گئی تو حضرت شیخ الاسلام کو خواب میں والد گرامی حضرت فرید الدین رحمہ اللہ تشریف لائے اور انہیں ہومیو پیتھک میڈیسن کالی فاس، ایکس ۶ جو کسی جرمنی فرم کی تیارشدہ تھی استعمال کرانے کے لئے کہا۔ صبح اُٹھ کر حضرت شیخ الاسلام نے وہ نام نوٹ کرلیا اور جھنگ کے ایک معالج ڈاکٹر خالد اکبر حیات صاحب (جو کہ رانا جاوید مجید القادری کے ہم زلف ہیں) سے اس نسخہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے فیصل آباد کی ایک فارمیسی کا پتہ بتایا۔ جہاں سے وہ دوائی مل گئی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ دو تین کورس سے انہیں مکمل صحت یابی ہوگئی اور پھر دوبارہ کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

www.MinhajBooks.com

حضرت فرید ملتؒ - ایک عظیم شاعر

حضرت فرید ملت رحمہ اللہ ایک عدیم المثال خطیب، بلند پایہ مقرر، معتبر عالم دین اور جلیل القدر طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب طرز ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اپنے ذوق وصلاحیت کو جلا دینے کے لئے قیامِ لکھنؤ کے دوران آپ امیر مینائی کے شاگرد شکیل مینائی سے اصلاح لیتے رہے۔ آپ کے اندر شعر کہنے کا ملکہ اس قدر راسخ ہوگیا تھا کہ آپ کا فی البدیہہ کلام سن کر بڑے بڑے شعراء انگشت بدنداں رہ جاتے۔ لکھنؤ کا کوئی مشاعرہ ایسا نہ ہوتا جس میں چوٹی کے شعراء شریک ہوں ۔اور اس میں حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمہ اللہ شامل نہ ہوں۔ آپ نے شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی۔ مشاعرے لوٹے اور دادیں وصول کیں۔ آپ نے اپنے کلام کا ایک مجموعہ دیوان قادری کے نام سے جمع بھی کیا تھا، جو کچھ عرصہ تک ان کے فرزند ارجمند حضرت شیخ الاسلام کے پاس محفوظ رہا لیکن بعد ازاں کہیں کھو گیا، قارئین کے ذوق کے لئے نمونہ کلام کے چند شہ پارے پیش خدمت ہیں۔

www.MinhajBooks.com

سلام بحضور خیر الانام ﷺ

السلام اے مطلع صبح ازل
السلام اے جانِ ہر نثر و غزل

السلام اے قلزمِ جود و سخا
السلام اے مصدرِ حمد و ثناء

السلام اے موجبِ ایجابِ کُن
السلام اے جرأت آموزِ سخن

السلام اے ناظرِ اطوار خلق
السلام اے شاہد کردارِ خلق

السلام اے پرتوِ ذاتِ جلال
السلام اے حلقۂ نور و جمال

السلام اے زبدۂ کون و مکاں
السلام اے شرحِ اسرار و بیاں

السلام اے عقدۂ اندر گلیم
السلام اے موج نور اندر حریم

السلام اے ماورائے قال و قیل
السلام اے برقِ بالِ جبرائیل

تیرے دم سے نظمِ دو عالم مدام
تیرے دم سے کائنات اندر خرام

تیرے دم سے بزمِ ہستی دلفریب
تجھ سے ہے ارکان میں صبر وشکیب

تجھ سے رخشندہ و روشن روئے آب
تجھ سے رقصاں نیل وجیھوں اور چناب

تجھ سے پروانے کے دل میں سوز وساز
تجھ سے قلب شمع میں ذوقِ گداز

ہاں مگر اے خواجۂ گیتی نواز
درد مندانِ جہاں کے چارہ ساز

چاہتا ہوں مجھ کو جذب اندوز کر
ساز ہوں مجھ کو سراپا سوز کر

چاہتا ہوں آشنائے راہ کر
مجھ کو رازِ زیست سے آگاہ کر

مجھ کو ایسی مستی جاوید دے　　جو میری آنکھوں کو تیری دید دے

میرے سینے میں تیری ہی یاد ہو　　مری دنیا میں تو ہی آباد ہو

میرا ہر موئے بدن اِک ساز ہو　　یا رسول اللہ کی آواز ہو

نفسِ اَمارہ کہے اِنِّی سَقِیُم
منہ کے بل گر جائے شیطان رجیم

www.MinhajBooks.com

بہارِ طب

ساقی محفل چلے پھر بزم میں دورِ شراب
ہے نشاط انگیز بسکہ آج ہر موجِ چناب

گرم کی جن کی کرامت نے زمستاں کی ہوا
ہیں کرفس و زنجبیل و سازج و برگِ سلاب

کرتے ہیں سمیتِ بادِ خزاں کا تنقیہ
شیرخشت و غاریقون و تربد عرقِ گلاب

ہیں لیے گلرنگ پیمانوں میں صہبائے بہار
چاندنی و سوسن و صد برگ و گلنار و گلاب

ہیں شراب نو بہاری کے نشے میں سرخرو
زعفران و انجبار و صندل و عود و عناب

چشم نرگس رہ گئی محرومِ سوز آرزو
گیسوئے سنبل نہ ٹوٹا سعد کوفی کا شباب

پھونک ہر ذرّے میں سینائی طلسم زندگی
چھیڑ پاکستاں میں تُو پھر آکے فارابی رباب

وقف کر دے زندگیِ مستعار اپنی فریدؔ
جھوم کر آئے گا آخر رحمتِ حق کا سحاب

ہدیۂ عقیدت بحضور

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ

تو نے ظلمت کو پھر سحر دی ہے — چشمِ عالم کو پھر نظر دی ہے

تیرے آنے سے سرزمینِ جھنگ — رشکِ صد چرخِ لاجوردی ہے

مرے سلطان شب برات ہے آج — مہ و انجم نے یہ خبر دی ہے

جس نے اقصائے دہر میں آ کر — گرمِ بزمِ حیات کر دی ہے

تلخیِ روزگار کے بارے — جن کے چہروں پہ چھائی زردی ہے

تیرے در پر کھڑے ہیں فریادی — کاغذی جن کی ساری وردی ہے

آج ہر اک پہ ہے نظر تیری — تجھ کو قدرت نے وہ نظر دی ہے

تیرا دستِ عطا ہے دستِ خدا — ”میرِ لولاک“ نے خبر دی ہے

باہو اپنے فرید بے دِل کو
دل عطا ہو اگر نظر دی ہے

www.MinhajBooks.com

ایک رُوح

ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی محمد فرید جو اکیس سال کی عمر میں وصال فرما گئے، ان کے وصال پر غم واندوہ کی کیفیات اور نالۂ دل اشعار کی صورت میں

جا رہی ہے جسمِ خاکی سے اک افسردہ سی رُوح
دل شکستہ غمزدہ ناشاد پژمردہ سی روح
شومئی قسمت پہ نالاں اور دل آزردہ سی روح
عالم برزخ کی جانب چشم تر کھولے ہوئے
من کی ممٹی پر کھڑی ہے اپنے پَر کھولے ہوئے

اِک طرف اکیسویں سن کی ہمہ سامانیاں
اِک طرف مجبوریاں، لاچاریاں، حیرانیاں
اک طرف قسام قسمت کی قلم جنبانیاں
اک طرف گھبرا کے سوئے منزل لا منتہی
جا رہی ہے حسرتوں کے سیل میں بہتی ہوئی

جا رہی ہے رشتہ تارِ نفس کو توڑ کر
ہم نوا کو شورشِ عالم میں تنہا چھوڑ کر
بستہ فتراک الفت اس طرح منہ موڑ کر
جیسے وہ قیدی جو پہرے دار کی للکار سے
پابجولاں جا رہا ہو تیزیٔ رفتار سے

بجھ گیا بس ایک لمحے میں چراغ زندگی
زندگی کی مے سے خالی ہے ایاغ زندگی
مل نہیں سکتا کہیں بھی اب سراغ زندگی
آنکھ جم کر رہ گئی ایک شمع رعشہ دار پر
جس کی مدھم روشنی ہے سامنے دیوار پر

www.MinhajBooks.com